

شکایت خلافت

www.tanzeem.org

4 شعبان المعتظم 1443ھ / 8 مارچ 2022ء

ہفت روزہ



مسلسل اشاعت کا
30 داں سال

قرآن کی تکذیب حالی

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّمَا مَنْهَى الْقَوْمُ إِلَّا أَيْمَانُهُوَ كَذَّابٌ أُبَيْتِ اللَّهُ ط﴾ (الجumu'ah: 5)

”بری ہے مثال اس قوم کی جنہوں نے آیات الہی کو جھٹایا۔“

یہاں لفظ ”تکذیب“ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ تکذیب قول سے بھی ہو سکتی ہے اور عمل سے بھی۔ یعنی تکذیب بالسان بھی ہو سکتی ہے اور بالحال بھی۔ یہ بھی تکذیب ہی کی ایک صورت ہوتی اگر بنی اسرائیل زبان سے صاف کہہ دیتے کہ تورات اللہ کی کتاب نہیں ہے، لیکن تاریخ کی گواہی یہ ہے کہ بنی اسرائیل نے اس معنی میں تورات کی تکذیب کبھی نہیں کی۔ ہاں تکذیب عملی کے وہ ضرور مرتكب ہوئے۔ وہ تکذیب عملی کہ جس کا نقشہ بدقتی سے آج امت مسلمہ پیش کر رہی ہے کہ بجائے قرآن کو اپنا پیشووا، رہنماء اور مشعل راہ بنانے کے امت کی عظیم اکثریت نے اسے طاقت نیاں پر رکھ چھوڑا ہے۔ قرآن نے اس طرز عمل کو تکذیب کے لفظ سے موسم کیا ہے: ﴿إِنَّمَا مَنْهَى الْقَوْمُ إِلَّا أَيْمَانُهُوَ كَذَّابٌ أُبَيْتِ اللَّهُ ط﴾ یہ اللہ کی آیات کی تکذیب نہیں تو اور کیا ہے! زبان سے چاہے قرآن مجید پر کتنا ہی ایمان کا دعویٰ کیا جائے، اگر قرآن مجید کو ہم نے اپنا امام نہیں بنایا، قرآن مجید کی رہنمائی کو عملاً اختیار نہیں کیا، قرآن مجید کے عطا کردہ ضابطے اور قانون کو نافذ نہیں کیا، اس کی تعلیمات کے مطابق اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو استوار نہیں کیا تو گویا کہ اپنے عمل سے ہم قرآن کی تکذیب کر رہے ہیں۔ یہ تکذیب حالی ہے۔

انقلاب نبوی کا اساسی منہماں
ڈاکٹر اسرار احمد

اس شمارے میں

امیر سے ملاقات

عقلمند کون؟

اگر من چاہتے ہو تو جنگ کے لیے....

Western Civilization:....

اگر خون کے چھینٹے دیکھیں.....

8 مارچ کا عورت مارچ اور.....



آیت : 64

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

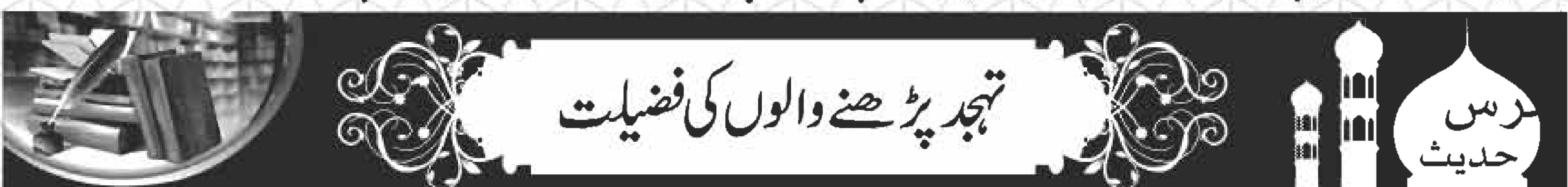
سُورَةُ الْفُرْقَان

وَالَّذِينَ يَبْيَطُونَ لِرَبِّهِمْ سُجْدًا وَقِيَامًا ۝

آیت: ۶۴ ﴿وَالَّذِينَ يَبْيَطُونَ لِرَبِّهِمْ سُجْدًا وَقِيَامًا ۝﴾ ”اور وہ لوگ راتیں برکرتے ہیں اپنے رب کے حضور سجدے اور قیام کرتے ہوئے۔“

جہاں تک پانچ نمازوں کا تعلق ہے وہ تو فرائض میں شامل ہیں۔ ان نمازوں کی پابندی بندہ مؤمن کی سیرت کی بنیاد ہے۔ چنانچہ سورۃ المؤمنون کے آغاز میں جب بندہ مؤمن کے کردار کی اساسات پر بات ہوئی تو وہاں نمازِ پنج گانہ کی محافظت کا ذکر ہوا: ﴿وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَوةِهِمْ يُحَافِظُونَ ۝﴾ لیکن یہاں چونکہ اللہ کے ان خصوصی بندوں کا ذکر ہو رہا ہے جنہیں اللہ سے دوستی کا شرف اور اس کا قرب نصیب ہو چکا ہے، اس لیے یہاں جس نماز کا ذکر ہوا ہے وہ نماز بھی خصوصی ہے یعنی نمازِ تہجد۔ قیام اللیل راتوں کو جانے کا عمل ہے جو رضاۓ الہی کی خاطرات کے کسی حصہ میں نوافل ادا کرنے، تلاوت قرآن پاک اور ذکر و اذکار میں مصروف رہنے، اپنے گناہوں پر نادم و شرمندہ ہو کر آنسو بہانے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بندگی میں حصول حلاوت کے لیے سرانجام دیا جاتا ہے۔ اسے عرفِ عام میں شب بیداری بھی کہتے ہیں۔

رات کی تہنیاً میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا بڑی اہمیت و فضیلت کا حامل ہے۔ بندہ اس وقت اپنے مالکِ حقیقی کو پکارتا ہے جب سارا عالم سورا ہوتا ہے۔ وہ اپنے اللہ تعالیٰ کو منانے کے لیے اپنی راحت و آرام قربان کر دیتا ہے۔ وہ کبھی قیام کی حالت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے تو کبھی رکوع اور سجدے میں جا کر اپنے عجز و انکسار کا اظہار کرتا ہے۔ اپنے بندے کی یہ ادا اللہ رب العزت کو بے حد پسند ہے۔ وہ ایسے شب زندہ دار بندوں پر اپنی انوارات کی بارش نازل فرماتا ہے۔ اور اپنے مقبول بندوں میں شامل فرماتا ہے۔



عَنْ أَسْمَاءَ بْنَتِ يَزِيدَ ثَقِيقَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : ((يُحَشِّرُ النَّاسُ فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُنَادَى مُنَادٍ فَيَقُولُ أَئِنَّ الَّذِينَ كَانُوكُنَّ تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ فَيَقُولُونَ وَهُمْ قَلِيلٌ فَيَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ ثُمَّ يُؤْمَرُ بِسَائِرِ النَّاسِ إِلَى الْحِسَابِ)) (الٹہریقی فی شعب الایمان)

حضرت اسماء بنت یزید ثقیقہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”لوگ قیامت کے دن ایک میدان میں اکٹھے کئے جائیں گے اور ایک منادی اعلان کرے گا، جن لوگوں کی کروٹیں (اپنے رب کی یاد میں) بستروں پر نہ لگتی تھیں، وہ کہاں ہیں؟ وہ کھڑے ہو جائیں گے، ان کی تعداد بہت کم ہوگی اور وہ جنت میں بغیر حساب و کتاب کے داخل ہو جائیں گے پھر باقی (نقچ جانے والے) لوگوں کے حساب و کتاب کا حکم جاری کر دیا جائے گا۔“

اگر امن چاہتے ہو تو جنگ کے لیے تیار رہو

ایک دانشور کا قول ہے ”اگر امن چاہتے ہو تو جنگ کے لیے تیار رہو“، انسانی تاریخ سینکڑوں مرتبہ اس قول کی عملی طور پر تو ثیق کرچکی ہے اس حوالے سے ہم ماضی بعید کوئی نہیں کریں تے صرف ماضی قریب اور حالیہ واقعات سے اس قول پر مہر تصدیق ثبت کرنے کی کوشش کریں گے کہ جو قومیں جنگ کی تیاریوں سے اعراض کرتی ہیں درحقیقت وہ امن کو تباہ و بر باد کرنے کا باعث بنتی ہیں۔ ذرا سوچیے اگر پاکستان ایٹھی اسلحے سے لیس نہ ہوتا تو کیا ممبئی کے فالس فلیگ حملہ کے بعد بھارت محض غصہ سے بھرے ہوئے چند سفارتی بیانات پر اکتفا کرتا؟ پھر یہ کہ پلواما میں بھارتی ڈراما کے نتیجہ میں جو درجنوں بھارتی فوجی جہنم واصل ہوئے تھے، اس پر محض ایک جھوٹی ایئر سٹرائیک پر اکتفا کرتا اور بعد ازاں 27 فروری 2019ء کو فضائی جنگ میں اُس کو جو ذلت اٹھانا پڑی تھی اس پر دانت پیس کر عملًا خاموش بیٹھا رہتا۔ اس حوالے سے کسی دوسری رائے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، یقیناً بھارت خطے کو جنگ کے شعلوں میں دھکیل دیتا لیکن پاکستان کے ایٹھی قوت نے اُسے بے بس کر رکھا تھا۔ لہذا پاکستان کے وہ نام نہاد اُس نے پسند جو پاکستان کو ایٹھی اسلحے سے لیس کرنے پر تنقید کرتے رہے ہیں، دیانتداری سے غور کریں کہ موجودہ حالات کے پس منظر میں کیا غیر ایٹھی پاکستان اپنا وجود قائم رکھ سکتا تھا؟ یوکرائیں کو ایٹھی ہتھیاروں سے محروم کرنے میں امریکہ، برطانیہ اور روس تینوں کا کردار ہے، اس لیے کہ ایک طرف وہ اگر روس کا ہمسایہ ہے تو دوسری طرف وہ یورپ میں واقع ہے۔ درحقیقت یہ تینوں بڑی طاقتیں نہیں جانتی تھیں کہ کل کلاں یوکرائیں کس کا دوست اور کس کا دشمن ہو گا۔ لہذا تینوں نے اُسے ایٹھی لحاظ سے غیر مسلح کر دیا۔ اگر یوکرائیں آج بھی ایٹھی قوت ہوتا تو روس کے لیے اُس پر حملہ کرنا آسان نہ ہوتا۔ یوکرائیں ایٹھی صلاحیت سے دستبردار ہو کر جونتانج بھگت رہا ہے اور عالمی سطح پر کیا اثرات مرتب ہوں گے، اُس کی تفصیل کچھ یوں ہے: 24 فروری 2022ء کو دنیا نے صبح کی تو معلوم ہوا کہ روس نے یوکرائی پر حملہ کر دیا ہے۔ 21 فروری کو صدر پیوٹن نے یوکرائی سے علیحدگی اختیار کرنے والے دو علاقوں یعنی عوامی جمہوریہ ڈونسک اور عوامی جمہوریہ لوہانسک کو تسليم کر لیا۔ یہ دونوں علاقوں یوکرائی کے ڈون بس کا حصہ ہیں۔ روسی صدر نے یوکرائی کی ان سابقہ ریاستوں میں ایک خصوصی آپریشن شروع کرنے کا اعلان کیا جسے مغرب نے جنگ قرار دیا اور روس اور بیلاروس کی افواج نے تین اطراف سے یوکرائی پر حملہ کر دیا۔ یعنی مشرق میں ڈونس بس کے علاقے سے جنوب میں بھیرہ اسود اور بھیرہ ایزووف کی طرف سے جہاں کریمیا واقع ہے۔ شمال میں بیلاروس کی جانب سے جہاں سے یوکرائی کے دارالحکومت کیف پر زد پڑتی ہے۔ روس نے حملہ کر کے پہلے یوکرائی کے اسٹریچک ملٹری بیز اور انفرائلٹر کو تباہ کر دیا تاکہ جوابی کارروائی نہ ہو سکے۔ پھر یوکرائی کے شہروں میریوپول، دارالحکومت کیف، ڈون بس اور خارکیف کو

نداۓ خلافت

خلافت کی بناء دنیا میں ہو پھر استوار
لاکھیں سے ڈھونڈ کر اسلام کا قلب و جگہ

تنظیم اسلامی کا ترجیحان نظام خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد رحمو

4 تا 10 شعبان 1443ھ جلد 31

8 تا 14 مارچ 2022ء شمارہ 10

مدیر مسئول / حافظ عاکف سعید

مدیر / ایوب بیگ مرزا

ادارتی معاون / فرید اللہ مرود

نگران طباعت: شیخ حیم الدین

پبلیشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
طبع: مکتبہ جدید پر لیں، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی

”دارالاسلام“ ملکان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹ کوڈ 53800
فون: 042-35473375-78

E-Mail: markaz@tanzeem.org

مقام اشاعت: 36-کے ماذل ناؤں، لاہور۔ 54700

فون: 035869501-03، فکس: 035834000، publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 20 روپے

سالانہ زرِ تعاون

اندرون ملک..... 800 روپے

بیرون پاکستان

امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (14300 روپے)

انڈیا، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (10800 روپے)

ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر

”مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن“ کے عنوان سے ارسال

کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

Email: mactaba@tanzeem.org

”ادارہ“ کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء
سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

نشانہ بنایا۔ اس کارروائی میں ڈون بس کے علیحدگی پسندوں کے علاوہ کریمیا اور چھپنیا کی ملیشیا نے بھی روئی فوج کا ساتھ دیا۔ یوکرائن پر روئی حملے کے خلاف مغربی لیڈروں کے مذمتی بیانات سامنے آئے اور نیٹو وغیرہ نے بھی مذمت کی۔ روس پر سخت ترین پابندیاں عائد کی گئیں۔ یہ پابندیاں معیشت، کاروباری شخصیات، اہم عہدیداروں، سوئٹ بینکنگ سسٹم، گیس معاہدوں، دفاعی معاملات کے حوالے سے ہیں۔ اس کے علاوہ روس کا مکمل فضائی باہیکاٹ بھی سامنے آیا۔ ایک بین الاقوامی فوج بنانے کی بات بھی سامنے آنا شروع ہو گئی ہے جو یوکرائن کی مدد کرے گی اور اس بین الاقوامی فوج کو فنڈنگ اور اسلحہ وغیرہ مغربی عالمی طاقتیں دیں گی۔ یورپی عوام کو عام اجازت دے دی گئی ہے کہ وہ اس فوج میں شامل ہو کر روس کے خلاف جنگ کریں اور بعض اطلاعات کے مطابق مغربی ممالک کے بعض ”فوجیوں“ نے بھی اس کا حصہ بننے کا اعلان کیا ہے۔ لیکن باقاعدہ طور پر کسی بھی مغربی ملک نے روس کے خلاف یوکرائن کی مدد کے لیے فوج نہیں بھیجی۔

یوکرائن کے صدر نے عوام میں اسلحہ تقسیم کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ یوکرائن کی نیونازی پارٹیاں صدر زیلنسکی کی زبردست حمایت کر رہی ہیں۔ درحقیقت یہ سپورٹ 2014ء سے اب تک جاری ہے۔ روئی جارحیت کے خلاف اقوام متحده کی سلامتی کو نسل کا اجلاس بلا یا گیا جس میں روس نے ویٹو کر دیا جبکہ چین، بھارت اور متحده عرب امارات نے غیر جانبداری کا فیصلہ کیا۔ روئی حملے کے خلاف مغرب کی طرف سے بھرپور میڈیا جنگ جاری ہے۔ مشرقی یورپ میں نیٹو کے اڑوں، میزائل سسٹمز اور فوجیوں کی تعداد میں اضافہ کر دیا گیا ہے۔ روس نے نیٹو کے بیانات اور رد عمل کے نتیجہ میں اپنی جو ہری فورسز کو ہائی ارٹ کر دیا ہے جو دنیا کے لیے انتہائی خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ دوسری طرف ترکی نے 1936ء کے مانظرو یوکونشن کو مکمل طور پر لا گو کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ جس کے مطابق آبائے باسفورس کا کنٹرول ترکی سنبھالے گا۔ ترکی کی طرف سے یوکرائن کو جنگی اسلحہ فراہم کرنے کا بھی عندیہ دیا گیا ہے۔ دوسری طرف روس اور یوکرائن کے اعلیٰ سطحی مذاکرات بھی یوکرائن اور بیلاروس کے باڈر کے علاقے میں شروع ہو چکے ہیں۔ ان کا نتیجہ کیا نکلے گا؟ کیا روس جنگ بندی کر دے گا؟ کیا فوجیں واپس بلائے گا؟ کیا روس پر مغرب کی پابندیاں ختم ہو جائیں گی؟ اس حوالے سے بھی حتیٰ بات کہنا ممکن نہیں لیکن بظاہر یہ معاملہ مزید بگڑتا نظر آ رہا ہے۔

تاریخی طور پر دیکھا جائے تو گز شنہ کئی صدیوں سے یوکرائن روس کا حصہ ہی رہا ہے چاہے باشویک انقلاب سے پہلے کا دور ہو یا باشویک انقلاب کے بعد سوویت یوینین کا دور ہو۔ یہاں تک کہ 1989ء میں سوویت یوینین کو افغانستان میں شکست ہوئی اور 1991ء میں سوویت یوینین ٹکڑوں میں تحلیل اس کو قتناز عذر یافنڈم کہتا ہے لیکن آج تک اس علاقے میں کوئی احتجاج

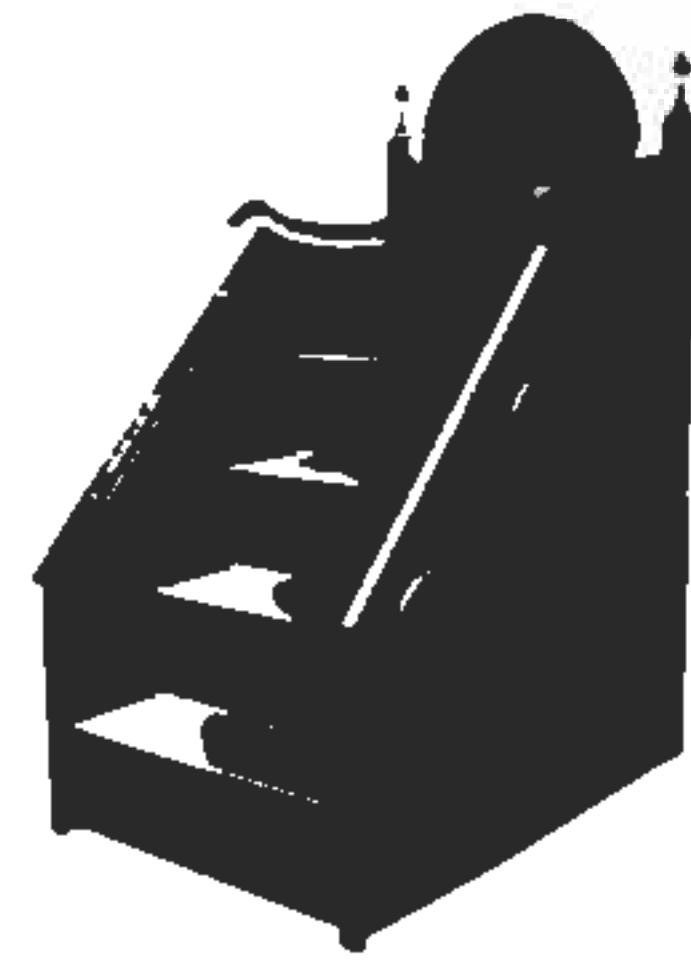
نہیں ہوا۔ آج کریمیانہ صرف روس کا حصہ ہے بلکہ روس کے یوکرائین پر حالیہ حملہ میں چیچنیا کی طرح کریمیا کے مسلمانوں نے روس کا ساتھ دیا ہے۔ 2014ء سے اب تک یوکرائین کی مغرب نواز حکومت نے کریمیا سمیت علیحدگی پسند ریاستوں میں فوجی آپریشن جاری رکھے جس کے نتیجے میں اب تک پندرہ سے بیس ہزار لوگ مارے جا چکے ہیں۔

2018ء میں بیلا روس کے دارالحکومت منک میں فریقین کے مابین منک معائدہ بھی ہوتا کہ جنگ اور انتشار کرو کا جاسکے۔ لیکن یوکرائین اور مغرب نے معاهدے کی ایک دن کے لیے بھی پاسداری نہ کی۔ دوسری طرف 2020ء میں بیلا روس میں بھی مکمل طور پر کریمیل نواز حکومت آگئی۔ پھر یہ کہ 2019ء میں زیلنیسکی جو ایک یہودی کامیڈیں ہے کو یوکرائین کا صدر بنادیا گیا اور پھر سے یوکرائین کی یورپین یونین اور نیٹو میں شمولیت کی بات چھیڑ دی گئی۔ اس صورت حال میں ہمیں تین بنیادی رخ بہت واضح نظر آتے ہیں۔ ان کو سامنے رکھیں تو روس دفاعی پوزیشن میں نظر آتا ہے کیونکہ اس وقت روس دنیا میں اپنے آپ کو پھیلانے کی پوزیشن میں نہیں ہے۔ اسے معلوم ہے کہ اس کے خلاف مغرب کا گھیراتنگ ہو رہا ہے اور مغرب کی اس پالیسی میں پولینڈ اور یوکرائین اہم پرزا ہیں۔ روس چاہتا ہے کہ کسی صورت میں بھی یوکرائین نیٹو کا ممبر نہ بن سکے۔

نیٹو کے چیف سٹالٹن برگ نے 2008ء میں کہہ دیا تھا کہ یوکرائین اب نیٹو کا باقاعدہ ممبر بنے گا۔ جبکہ روس کے لیے یہ ایک ریڈ لائن ہے کیونکہ اس پر روس کی سلامتی اور بقاء کا انحصار ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ روس کو گرم پانیوں تک رسائی بھی چاہیے جو اس کی معيشت، عسکری شعبے اور بین الاقوامی تعلقات کے لیے انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شام میں جب محاذ گرم تھا تو روس بھی فوری اس میں کوڈ پڑا تھا۔ اس لیے کہ اس کا گرم پانیوں تک رسائی کا ایک بحری اڈہ تر طوس میں موجود ہے۔ تیسرا معاملہ گیس کا ہے۔ یورپ کو زیادہ تر گیس روس سپلائی کرتا ہے اور اس کا ایک بڑا حصہ یوکرائین کے ذریعے جاتا ہے۔ یہ بنیادی وجوہات ہیں جن کی بنیاد پر روس نے یوکرائین پر حملہ کر دیا۔ پھر یہ کہ یوکرائین کے علاقہ ڈانباس میں روس کے حمایتی لوگ اکثریت میں موجود ہیں۔ یہ خبریں منظر عام پر آچکی تھیں کہ یوکرائین وہاں پر حملہ کر کے روس کے حمایتیوں کو کچلنا چاہتا تھا لیکن روس نے پہلے حملہ کر دیا اور اس حملے میں عوامی جمہوریہ لوہانسک، عوامی جمہوریہ ڈانسک (جو 2014ء میں یوکرائین سے الگ ہو گئے تھے) نے بھی روس کا ساتھ دیا۔ روس کے لیے اپنا بچاؤ زیادہ اہم ہے کیونکہ اس کے دروازے پر شمن آچکا ہے۔ امریکہ، جرمنی، یورپی یونین اور نیٹو نے روس کے پڑوں میں اپنے پیسیز اور فوجیں تیار کی ہوئی ہیں۔ انہوں نے میزائل شیڈ پولینڈ اور رومانیہ میں لگائے ہیں۔ یوکرائین میں پہلے پروشین حکومت تھی لیکن امریکہ وہاں بغایت کروا کر اپنی من پسند حکومت لے آیا، کیونکہ یوکرائین کی مغرب کے لیے بڑی اہمیت ہے۔ یورپ کو سپلائی ہونے والی گیس کا بڑا حصہ

سمندر کون؟

(سورۃ الواقعہ کی آیات 68 تا 74 کی روشنی میں)



جامع مسجد شادمان ٹاؤن کراچی میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ ح کے خطاب جمعہ کی تلخیص

ہوادوبارہ سمندر میں پہنچتا ہے۔ وہاں سے پھر بخارات کی صورت میں انہنا اور اس واٹر سکل کا جاری رہنا، کون ہے جو اس نظام کو چلا رہا ہے۔ اگر یہ نظام نہ ہو تو سوچئے کہ ارض پر زندگی کا کیا حشر ہو جائے۔ اللہ اکبر کبیرا۔ تمام چند، پرند، انسانوں، حیوانوں، فصلوں اور پودوں کا انحصار اس نظام پر ہے۔ سمندر سے اٹھ کر پانی بارش کی صورت میں برستا ہے اور پھر ہمارے گھروں تک پہنچتا ہے اور ہمارے وجود کے ایک ایک خلیے تک پہنچتا ہے۔ یہ کس قدر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں۔ کیا یہ از خود ہو رہا ہے؟ قطعاً نہیں۔ یہ وہ سادہ اسلوب ہے جو قرآن حکیم خالق کائنات کے تعارف کے حوالے سے غور و فکر کے ضمن میں ہمارے سامنے رکھتا ہے۔ آگے پانی کے حوالے سے ایک اور آفاقی حقیقت بیان ہو رہی ہے۔ فرمایا:

﴿فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ﴾④﴾ ”تو تم کیوں شکر ادا نہیں کڑوا کر دیں،“

﴿فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ﴾④﴾ ”تو تم کیوں شکر ادا نہیں کرتے؟“

سمندر کا پانی کڑوا ہوتا ہے۔ اس میں نمکیات کی بہت ہوتی ہے، وہ پینے کے قابل نہیں ہوتا۔ لیکن اسی سمندر سے بخارات اٹھ کر بادلوں کی شکل اختیار کرتے ہیں اور ہوا نہیں لے کر اللہ کے حکم سے چلتی ہیں اور جہاں اللہ کا حکم ہوتا ہے وہاں برساتی ہیں، وہاں سے یہی پانی ہمارے گھروں تک پہنچتا ہے اور ہم پیتے ہیں لیکن وہ پانی کڑوانہ نہیں ہوتا۔ ذرا سوچئے۔ کون یہ اہتمام کر رہا ہے؟ اگر سمندر سے اٹھتے وقت بخارات میں نمک بھی ساتھ چلا

ہے یا ہم ہیں برسانے والے؟“

پانی کو ہماری بنیادی ضروریات زندگی میں اولین حیثیت حاصل ہے۔ پانی نہ ہو تو ہم زندہ نہ رہ سکیں لیکن کیا ہم نے کبھی غور کیا کہ اس کو پیدا کرنے والا کون ہے؟ یہ جو واٹر سائیکل ہے یعنی بارش کا پورا نظام ہے کہ سمندر سے بخارات اٹھتے ہیں، کون بخارات کو اٹھاتا ہے؟ پھر اور پر جا کر یہ بادلوں کی شکل اختیار کرتے ہیں، پھر ہو اے کران کو میلوں کا سفر طے کرتی ہے، کون ان بادلوں کو تھامتا ہے اور پانی کے اس خزانے کو ہوا میں محفوظ رکھتا ہے۔ پھر کون

مرتب: ابو ابراہیم

ان بادلوں سے پانی نازل کرتا ہے۔ پھر اس پانی کو کہیں زیر زمین، اور کہیں گلیشیر زمیں جمع رکھتا ہے اور ضرورت کے مطابق کہیں چشموں کی صورت میں، کہیں کنوں کی صورت میں اور کہیں ندی نالوں اور دریاؤں کی صورت میں انسانوں، حیوانوں، چرند پرند، حشرات الارض کے کام آتا ہے اور پھر اسی پانی سے ہم یہی بڑی بھی کرتے ہیں، فصلیں اگاتے ہیں اور تمام ضروریات زندگی میں پانی کا استعمال کرتے ہیں اور اسی کو ہم پیتے بھی ہیں۔ کون ہے جس نے یہ سارا نظام بنایا ہے؟

آج ہمارے ملک میں ڈیم بنانے پر بحث ہو رہی ہے کیونکہ پانی کے ذخیرے پر ہماری بقاء اور ترقی کا انحصار ہے۔ ذرا سوچئے گلیشیر زمیں کی صورت میں کون اتنے پانی کو ذخیرہ کر رہا ہے جو آہستہ آہستہ بہہ کر ندی نالوں اور پھر دریاؤں کے ذریعے ہماری تمام ضروریات کو پورا کرتا

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد! ہم سورۃ الواقعہ کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ آج جس مقام کا مطالعہ ہمارے پیش نظر ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے نظارے ہمارے سامنے رکھے ہیں۔ یہ قرآن حکیم کا فطری اور بنیادی اسلوب ہے کہ وہ انسانوں کو خود انسانوں کی جانوں میں اور اس کائنات میں جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں جا بجا پھیلی ہوئی ہیں ان نشانیوں پر غور و فکر کی دعوت دیتا ہے تاکہ بندے اپنے خالق اور رب کو پہچانیں اور اس کو مان کر اس کی ماننے کی کوشش کریں۔ زیر مطالعہ سورت میں یہی اسلوب دیکھنے میں آرہا ہے کہ انسان کی پیدائش میں غور و فکر کی دعوت دی گئی، پھر جو نجع ہم زمین میں بوتے ہیں اس سے فصل کی تیاری پر غور و فکر کرنے کی دعوت دی گئی اور یہ بھی باور کرایا گیا کہ اگر اللہ چاہے تو اس نجع کو زمین میں چورا چورا کر دے اور پھر تم کہتے رہ جاؤ کہ ہم پر تو تاو ان پڑ گیا۔ ساری محنت تو ضائع ہو گئی، لفغ مانا تو دور کی بات نقصان ہی نقصان ہو گیا اور ہم تو محروم ہو گئے۔ اس میں غور و فکر کی دعوت ہے کہ ہم اس ہستی کو پہچانیں جو اس نجع کو پیدا کرنے والا ہے اور پھر اس کو زمین میں محفوظ رکھنے والا ہے اور وہی اس کو تباہ کرنے کا اختیار بھی رکھتا ہے۔ آگے مزید اللہ کی قدرت کی نشانیوں میں غور و فکر کی دعوت دی جا رہی ہے۔ فرمایا:

﴿أَفَرَءِ يُتْمُ الْمَاءُ الَّذِي تَشْرَبُونَ ﴾⑥﴾ ”کبھی تم نے غور کیا کہ وہ پانی جو تم پیتے ہو؟“

﴿إِنْتُمْ أَنْزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزِّنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنْذِلُونَ ﴾⑦﴾ ”کیا بادلوں سے تم نے اسے برسایا

جسم کی حاجات کو پورا کرنے کا اہتمام فرمایا کیا اس نے روح کی حاجات پورا کرنے کا اہتمام نہیں فرمایا ہوگا؟ جو خالق بارش نازل فرماتا ہے اُسی نے قرآن بھی نازل فرمایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ﴾ (الزمر: 2)
”(اے بنی اسرائیل! ہم نے آپ پر یہ کتاب اُتاری ہے حق کے ساتھ)“

بارش برستی ہے تو پانی زمین کے اندر جاتا ہے اور فصل کو پیدا کرنے کی جو صلاحیت اس زمین میں ہے اس کو بیدار کرتا ہے اور فصل اگنا شروع ہوتی ہے۔ بندہ لہلاتی فصل کو دیکھ کر خوش ہو جاتا ہے۔ اسی طرح قرآن کی بارش نہیں دیا ہے، اس نے روح بھی دی ہے۔ جس خالق نے

کے بارے میں، جوانی کے بارے میں، کمائی کے بارے میں، خرچ کہاں کیا، اور علم جو حاصل کیا اس پر کتنا عمل کیا؟ جب تک بندہ ان سوالوں کے جواب نہیں دے گا اپنی جگہ سے ہٹ نہیں سکے گا۔ آج بھلی، گیس کے بل آرہے ہیں اور ہم فوری ادا کر رہے ہیں کل اللہ پوچھے گا کہ میں نے تمہیں کتنی نعمتوں عطا کی تھیں: **﴿ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ﴾** (التكاثر)

غور کیجیے! کھانا میرے جسم کی ضرورت ہے، پینا میرے جسم کی ضرورت ہے، بھوک مجھے ستائی ہے، پیاس مجھے ستائی ہے تو میں بھوک مٹاتا ہوں، میں پیاس بجھاتا ہوں۔ یہ جسم کی حاجت تو پوری ہو گئی۔ اللہ نے صرف جسم نہیں دیا ہے، اس نے روح بھی دی ہے۔ اس قرآن کا نور اگر

پریس ریلیز 4 مارچ 2022ء

امریکہ اور یورپی یونین کا پاکستان سے روں کی مخالفت پر اصرار کرنا مداخلت یجا ہے

شجاع الدین شیخ

امریکہ اور یورپی یونین کا پاکستان سے روں کی مخالفت پر اصرار کرنا مداخلت یجا ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کہی۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ کے ذہن سے ابھی تک عالمی شہنشاہیت کا خناس نکل نہیں سکا۔ کسی ایک ملک کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ دوسرے ملک کو مجبور کرے کہ وہ اُس کی من پسند خارجہ پالیسی اختیار کرے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کی یوکرائن تباہ کے حوالے سے پالیسی غیر جانبدارانہ ہی ہونی چاہیے اور ہمیں اس حوالے سے تمام فیصلے منظر کو سمجھتے ہوئے کرنے چاہئیں۔ ہم کسی طور پر بھی امریکہ، یورپ یا کسی بھی عالمی قوت کے مفادات کے تحفظ کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ درحقیقت پاکستان کو ایک آزاد خارجہ پالیسی اختیار کرتے ہوئے اپنی ملکی سلامتی اور عوام کے تحفظ اور خوشحالی کو فوکس کرنا ہو گا۔ انہوں نے کہا کہ کون اس حقیقت سے انکار کر سکتا ہے کہ ماضی میں پاکستان نے مغرب پر انحصار کر کے بے پناہ نقصان اٹھایا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ایک اسلامی نظریاتی ریاست کی حیثیت سے ہمارا رول ملکی اور بین الاقوامی سطح پر سچ اور حق کی بنیاد پر ہو۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

جائے اور پھر بارش کی صورت میں بر سے تو دنیا کا کیا حشر ہو جائے۔ غور کیجیے! کون ہے جو سمندر کے کڑوے پانی سے صاف پانی الگ کر کے ہم تک پہنچاتا ہے؟ یہ میٹھا پانی کون تمہیں عطا کر رہا ہے؟

اردو کا ایک محاورہ ہے: ”مال مفت دل بے رحم۔“ ہمیں اللہ کی نعمتوں کی قدر و قیمت کا اندازہ ہی نہیں ہے۔ اگر آپ بھلی کابل، پانی کا بل جمع نہ کر سکیں تو پہلے آپ کو نوٹس آتا ہے اور بعد ازاں کنکشن کاٹ دیا جاتا ہے۔ لیکن ذرا سوچنے وہ رب کروڑ ہا سال سے کہہ ارض پر تمام جانداروں کو آسیجن، پانی اور ضرورت زندگی کی ہر شے فراہم کر رہا ہے۔ کروڑ ہا سال سے اللہ کا سورج زمین والوں کو روشنی اور حرارت فراہم کر رہا ہے، اسی سے موسموں کا تغیر و تبدل ہوتا ہے، پھر بخارات کا اٹھنا اور بارش کی صورت میں برسنا، پھر اسی حرارت اور پانی سے پھلوں کا پیدا ہونا، ان میں مٹھاں کا آنا اللہ کے بنائے ہوئے نظام کے مطابق ہے۔ اگر کسی دن اللہ تعالیٰ زمین والوں کو بل بھیج دے تو پھر ہمارا کیا حشر ہو گا؟ لیکن اللہ فوری پوچھنہیں رہا۔ وہ تو کہتا ہے:

﴿إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا﴾ (الدھر)

”ہم نے اس کو راہ بھادی، اب چاہے تو وہ شکر گزار بن کر رہے چاہے ناشکرا ہو کر۔“

اوہرز میں پراللہ نے امتحان کے لیے بھیجا ہے۔ کل قیامت کے دن وہ پوچھے گا۔ فرمایا:

﴿ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ﴾ (التكاثر)

”پھر اس دن تم سے ضرور پوچھا جائے گا نعمتوں کے بارے میں۔“

اللہ کے رسول ﷺ کا تفصیلی واقعہ موجود ہے۔ آپ ﷺ کے سامنے روٹی بھی ہے، بکری کا گوشت بھی ہے، پانی بھی ہے اور کھجور بھی ہے۔ حضور ﷺ فرمارے ہیں کہ اس روٹی کے بارے میں سوال ہو گا، اس گوشت کے بارے میں سوال ہو گا، اس کھجور کے بارے میں سوال ہو گا، اس پانی کے بارے میں سوال ہو گا۔ (سنن نسائی)۔ جامع ترمذی میں حدیث مبارک ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن بندے کے قدم اس کی جگہ سے ہٹ نہیں سکیں گے جب تک وہ پانچ سوالوں کے جوابات نہ دے اور یہ اہم ترین سوال ہیں۔ اس زندگی

ہمارے دلوں میں واقعیت کے تو پھر ظاہر میں نیک اعمال کی فضل آگنا شروع ہو جائے گی۔ وہ اللہ جو جسم کی حاجات کو پورا کرنے کے لیے، بھوک اور پیاس مٹانے کے لیے اپنی نعمتوں کا نزول فرم رہا ہے اور جتنا بھی رہا ہے کہ:

﴿فِيَأْتِيَ الَّاءُرِبِّكُمَا تُكَذِّبُونِ﴾ (الرَّحْمَن)

”تُو تم دلوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں اور قدرتوں کا انکار کرو گے؟“

وہی اللہ ہمیں یہ بھی بتا رہا ہے کہ تمہاری دنیا کی حاجات سے بڑھ کر تمہارا آخرت کا معاملہ ہے۔ تو کیسے ممکن ہے کہ اس خالق نے اس روح کی حاجات کو پورا کرنے کا اہتمام نہ کیا ہوا اور آخرت کی دائمی زندگی کی تیاری کے لیے ہمیں کچھ ہونے دیا ہو؟ اللہ مادی نعمتوں کا ذکر بھی بار بار قرآن میں فرماتا ہے اور اللہ روحانی نعمتوں کا ذکر بھی بار بار فرماتا ہے۔ جسم اہم ہے لیکن روح اہم ترین ہے۔ دنیا ضرورت ہے لیکن آخرت ہمارا اصل مسئلہ ہے۔ لہذا جتنی ان کھانے پینے کے معاملات پر توجہ ہے اس سے بڑھ کر توجہ روح کی تسلیم پر ہونی چاہیے۔ اس روح کی غذا اللہ کی وجی ہے، اس روح کا اطمینان اللہ کی یاد میں ہے، اس روح کو بیدار کر کے اور اس کے تقاضوں پر عمل کریں توکل اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ہاں کامیابی ہے اور پھر وہ اللہ اعلان فرمائے گا:

﴿يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَةُ ﴿٢﴾ إِذْ جِئْتَ إِلَى رَبِّكَ رَاضِيَةً مَرْضِيَةً ﴿٣﴾ فَادْخُلْنِي فِي عِبْدِيٍّ ﴿٤﴾ وَادْخُلْنِي جَنَّتِي ﴿٥﴾﴾ (الفجر)

”اے نفس مطمئنہ! اب لوٹ جاؤ اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تم اس سے راضی، وہ تم سے راضی۔ تو داخل ہو جاؤ میرے (نیک) بندوں میں۔ اور داخل ہو جاؤ میری جنت میں!“

جس رب نے دنیا کی عارضی زندگی کی حاجات کو پورا کرنے کے لیے مادی نعمتوں عطا کی ہیں، اسی رب نے روحانی حاجات پورا کرنے کے لیے کتاب عطا فرمائی ہے، اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ عطا کیا ہے اور زندگی گزارنے کا ڈھنگ، طریقہ اور سلیقہ ہمیں سکھا دیا ہے اور کل کی منزل آخرت کو سامنے رکھ کر آج دنیا کی زندگی کو گزارنے کی تعلیم دی ہے۔

هم بھی تنہائی میں غور کریں کہ ایک وقت کا کھانا لیٹ ہو جائے تو کتنی پریشانی ہوتی ہے۔ لیکن لوگوں کی پانچ

نمازیں ضائع ہو جاتی ہیں لیکن کیا فکر ہوتی ہے؟ پچھے کے میتھے میں نمبر زکم آجائیں ہم کتنے پریشان ہو جاتے ہیں۔ لیکن بچہ اللہ کے کلام سے بالکل دور ہوتب کوئی پریشانی ہوتی ہے؟ آج ہماری فکریں کیا ہیں؟ اللہ نے یہ کتاب ہماری ہدایت کے لیے بھیجی تاکہ ہم اس کے مطابق اپنی آخرت کی تیاری کریں لیکن ہم نے آخری بار یہ کتاب کب کھوئی؟ اور کب ترجیح اور تشرع کے ساتھ پڑھ کر ہدایت حاصل کرنے کی کوشش کی؟ اس کتاب کے مطابق، اُسوہ رسول ﷺ کے مطابق اپنی زندگی کا لائچہ عمل طے کرنا کیا ہماری ترجیح میں شامل ہے؟ جتنا ہم اپنے جسم کی حاجات کو اہم سمجھتے ہیں اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں کیا اتنی ہی اہمیت ہم اپنی روح کے تقاضوں کو پورا کرنے کو دیتے ہیں؟ ابھی جیسے جیسے گری بڑھے گی، پھر پسینہ بہے گا تو پہنچے بھی چلیں گے، اے سی بھی چلے گا، بھلی نہیں تو یوپی ایس کا انتظام کریں گے، جزیئر بھی چلے گا، لیکن قبر کے عذاب سے، جہنم کی گری سے بچنے کا کتنا اہتمام کر رہے ہیں؟ حالانکہ ہمارا آخرت پر ایمان ہے اور مانتے ہیں کہ یہ دنیا چند روزہ ہے جبکہ آخرت دائمی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((الْكَيْسِنْ مِنْ دَانَ نَفْسَهُ، وَعَمَلٌ مَا بَعْدَ الْمَوْتِ، وَالْعاجِزُ مِنْ أَتَبَعَ نَفْسَهُ بُوَاهًا وَتَمَثَّلَ عَلَى اللَّهِ)) (الترمذی)

”عقلمندوہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور موت کے بعد کے لیے عمل کرے، اور عاجزوہ ہے جو اپنے نفس کی خواہشوں کے پچھے لگا رہے اور اللہ تعالیٰ سے امیدیں باندھے۔“

دنیا عارضی ہے اور آخرت دائمی ہے لہذا عقلمندوہ کا تقاضا یہ ہے کہ عارضی کی فکر عارضی حد تک کرو اور ہمیشہ کی زندگی کی فکر ہمیشہ کے اعتبار سے کرو اور وہ شخص جو اس عارضی دنیا کو سب کچھ سمجھے اور ہمیشہ کی زندگی کو فراموش کر دے اس سے بڑا بیوقوف کون ہوگا؟ اس تناظر میں ہم سب کو بھی اپنے اندر جھانک کر دیکھنا چاہیے کہ ہم عقلمندوہ ہیں یا نے بے وقوف ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آخرت کا یقین اور اس کی تیاری کی توفیق عطا فرمائے۔ آگے فرمایا:

﴿أَفَرَأَيْتُمُ النَّارَ الَّتِي تُورُونَ﴾ (٤)﴾ ”کبھی تم نے سوچا کہ وہ آگ جو تم جلاتے ہو؟“

﴿إِنْتُمْ أَنْشَأْتُمْ شَجَرَتَهَا أَمْ نَحْنُ

الْمُنشَأُونَ﴾ (۵)﴾ ”کیا اس کے درخت کو تم نے پیدا کیا ہے؟ یا اس کے پیدا کرنے والے ہم ہیں؟“ یہ درختوں کا عطا کرنا بھی اللہ کی کتنی بڑی نعمت ہے۔ ایک چھوٹے سے نج سے اللہ تعالیٰ کہاں تک معاملہ پہنچا دیتا ہے۔ ان درختوں کو انسان اپنے حصہ کے طور پر بھی استعمال کرتا ہے۔ یہاں بھی غور و فکر کی دعوت ہے۔ فرمایا:

﴿نَحْنُ جَعَلْنَاهَا تَدْكَرَةً وَمَتَاعًا لِلْمُقْوَينَ﴾ (۶)﴾ ”ہم نے بنادیا اس کو ایک نشانی یاد دلانے کو اور ایک بہت فائدہ مند چیز صحرائے مسافروں کے لیے۔“

یہ بھی یاد دہانی ہے کہ تمہارا ایک خالق ہے جو تمہارے لیے یہ سارے انتظام کر رہا ہے۔ اُس زمانے میں صحرائے میں سفر ہوا کرتے تھے اور وہاں آگ کی بھرپور حاجت پیش آتی تھی۔ اسی طرح گھر میں، سفر میں ہر جگہ آگ کی ضرورت پیش آتی تھی۔ آج بھی ہماری ضروریات زندگی میں آگ کی کتنی اہمیت ہے۔ اللہ تعالیٰ توجہ دلا رہا ہے تاکہ ہم غور کریں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک نطفے سے پیدا کیا اور کیسا انسان بنایا، پھر اس کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے زراعت، پانی، آگ، آکسیجن اور کیا کیا نعمتیں پیدا کیں۔ کیا یہ خود بخود ہو گیا؟ قطعاً نہیں۔ آگے فرمایا:

﴿فَسَيِّحٌ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ﴾ (۷)﴾ ”پس تم تسبیح بیان کرو اپنے رب کے نام کی جو بہت عظمت والا ہے۔“

اللہ کی تسبیح سے مراد یہ ہے کہ اللہ پاک ہے۔ یعنی اللہ ہر حاجت سے پاک ہے، ضرورت سے پاک ہے، کمزوری سے پاک ہے، نقص سے پاک ہے، کی کوتاہی سے پاک ہے، زوال سے پاک ہے۔ محتاج تم ہو، ضرورت مندم تم ہو، حاجت مندم تم ہو، زوال تمہیں آتا ہے، ختم تم ہو جاؤ گے، فنا تمہیں ہے۔ اللہ سبحانہ ہے، اللہ تعالیٰ پاک ہے۔ یہ بھی اللہ کی عظمت کا بیان ہے۔ جب یہ تسبیحات ہم نماز میں پڑھیں تو ان کے مفہوم سامنے رکھیں، اللہ کی عظمت ہمارے دلوں میں مزید بڑھے گی۔ ان شاء اللہ! اور ہماری نمازوں میں بھی اور ذکر میں بھی مزید لطف اور لذت آئے گی اور اللہ تعالیٰ سے تعلق میں مضبوطی پیدا ہو گی۔ اللہ ہمیں غور و فکر کی، اللہ کی نعمتوں کو پہچانے اور شکر بجالانے اور اللہ کی تسبیح بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!



گنہگاریست پیش از مرگ در قبر
نکیرش از کلیسا، منکر از دیر!
ترجمہ زندگی کی دہن ان غیروں (غیر مسلم) کی خلوت میں ہے۔ کیونکہ مسلمان مقام نیستی کی سیر کر رہا ہے، (مراد یہ کہ زندگی کی آسمانشوں سے محروم ہو کر بے عملی کی زندگی بس کر رہا ہے)۔
وہ ایسا گنہگار ہے جو موت سے پہلے قبر میں جا چکا ہے۔ اس کے منکر ہندو ہیں (جو اس کو ختم کرنے کے درپہ ہیں) اور نکیر یورپی اقوام ہیں (جو اس پر غالب ہیں) اس سے حساب لے رہے ہیں۔

تشریح جنوبی ایشیا کے مسلمان ہوں یا عالم اسلام کے دیگر خطوں کے باسی کلمہ گو، مغربی بالادست استعمار — جو دراصل یورپی عیسائی اور صہیونی گھٹ جوڑ کا دوسرا نام ہے دنیا پر قابض ہے اور عالم اسلام جو دنیا بھر کے متعدد علاقوں پر مشتمل ہے، ان کا پہلا ہدف ہے اور مسلمانوں کو کچل دینا ان کا مشن ہے۔ سیکولر انسان دشمن نظام تعلیم سے اب آسودہ حال مسلمان مغربی ایلیسی سوچ کے حامل ہیں۔ غریب عوام مسلمان جو عشق مصطفیٰ ﷺ سے حصہ پاتے ہیں وہ مقہور و مجبور و غلام ہیں۔ مسلمانوں کے رہنماء اور آسودہ حال طبقات اب مغربی طرزِ زندگی (LIFE STYLE) اختیار کر چکے ہیں اور اسی میں خوش ہیں۔ مسلمان عوام کی 'عروس' یعنی دہن (آرزوؤں امنگوں کی نشانی) دشمنوں کے ہاتھوں میں ہے مسلمان بے عملی کی زندگی گزار رہا ہے، وہ ایسا گنہگار ہے جو مرنے سے پہلے مر چکا ہے۔ اب اس کے نگہبان و نگران یورپی اقوام بطور 'منکر' اور صہیونیت (یہودیت) بطور 'نکیر' کے حکمران ہیں اور اس سے حساب لے رہے ہیں۔ اور عصر حاضر کے مذہبی عناصر اور ان کے رہنماء علماء کسی کی سنتے بھی نہیں ہیں۔ کاش کوئی علماء کو عصر حاضر کے علوم اور گزشتہ چند صد یوں میں مسلمانوں کی تجرباتی علوم میں تھی دامنی کا کوئی مداوا کرنے کا احساس دلا سکے۔

مہمانِ عزیز

پُر ہے افکار سے ان مدرسے والوں کا ضمیر
خوب و ناخوب کی اس دور میں ہے کس کو تمیز!
چاہیے خانہ دل کی کوئی منزل خالی
شايد آجائے کہیں سے کوئی مہمانِ عزیز

حضور رسالت—9—(XII)

18

دگر پاکیزہ کن آب و گل او
جہانے آفریں اندر دل او
ہوا تیز و بدماش دو صد چاک
بیندیش از چراغِ بسل او
ترجمہ اس کی پانی اور مٹی (جسم) کو دوبارہ پاک کر۔ اس کے دل میں ایک (نئی) دنیا آباد کر۔ ہوا تیز ہے اور اس کا دامن دو سو چاک سے بھر چکا ہے۔ اس کو غور سے دیکھاں کا چراغ بھجنے کے قریب ہے۔

تشریح اے خاصہ خاصانِ رسول ﷺ! آج کا ہندی مسلمان بڑے ناساعد حالات میں ہے۔ انگریز اور ہندو قوم کے گھٹ جوڑ سے گزشتہ دو صد یوں کی غلامی میں اس کے جسم و جان و قن میں غلط نظریات و خیالات آرزوئیں جنم لینے لگی ہیں۔ آپ ﷺ کو مشرق سے ٹھنڈی ہوا کیں آئیں، ہم اس مشرق کے باسی ہیں۔ اے امت مسلمہ کے میر کارروائی! امت مسلمہ کے اس حصے کے جسم و جان کو پاکیزہ جذبات دیجیے۔ اس کے سینے میں آزادی کی آرزو اور منہوس برطانوی استعمار سے گلو خلاصی کا جذبہ روشن کر دیجیے۔ اس کے سینے میں ایک نئی روشن دنیا آباد کر دیجیے تاکہ یہ اٹھ کر غلامی سے نکلنے کی جدوجہد پر آمادہ ہو۔ اب تو یہ حال ہے کہ حالات مختلف ہیں، دوسری غیر مسلم قومیں بیدار اور آمادہ عمل ہیں اور مسلمان امت کو کاث کھانے اور نیست و نابود کرنے میں مصروف عمل ہیں۔ مشرق وسطیٰ میں خلافت عثمانیہ کا خاتمه ہو چکا ہے مسلمانوں کا قبلہ اول اور حر میں شریفین خلافت عثمانیہ کے ہاتھوں سے نکل کر انگریزوں کے ہاتھوں کے ہاتھ میں جا چکے ہیں۔ حالات خراب ہیں مسلمان امت کا دامن تاتار، چراغ (ایمان) مضمحل ہے اور توجہ سے دیکھو تو یہ چراغ بھی بھجنے کے قریب ہے کہ مادی دنیا میں نہ وسائل ہیں، نہ قیادت ہے، نہ جذبہ ہے، نہ آرزو۔ ہمارا حال تو اس شعر کا مصدقہ ہے

اے ڈعا جا عرض کر عرشِ الہی تھام کے
اے خدا اب پھیر دے رُخ گردشِ ایام کے

حضور رسالت—10—(I)

عروسِ زندگی در خلوتشِ غیر
کہ دارد در مقامِ نیستی سیر

امیر سے ملاقات

میزبان: آصف حمید

مسالک تو صدیوں سے چلے آرہے ہیں۔ پھر کبھی کبھی عقائد کی تعبیرات یا توضیحات یا تفصیلات میں فرق واقع ہونے کے نتیجے میں بھی اختلاف رائے آتا ہے اور یہ ایک معلوم مسلمہ بات ہے۔ ہمارے پاکستان میں اکثریت فقہ حنفی کے مطابق عمل کرنے والے حضرات کی ہے۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ یہاں ایک دیوبندی مکتب فکر بھی ہے اور بریلوی مکتب فکر بھی ہے اور ان کے ہاں عقائد کی تفصیلات میں کچھ فرق واقع ہونے کی صورت میں مکاتب فکر کا لفظ استعمال ہو گیا۔ تنظیم اسلامی تمام مفہوم میں کوئی فرقہ، کوئی مسلک نہیں ہے۔ ہماری اکثریت احناف کی ہے اور ہمارے ساتھ اہل حدیث مکتب فکر کے افراد بھی موجود ہیں۔ ان دونوں مکاتب فکر کے افراد تنظیم اسلامی میں شامل ہو بھی سکتے ہیں اور شامل بھی ہیں۔ تنظیم اسلامی کی اخوان کسی فقہی مکتب یا مسلک کی بنیاد پر نہیں ہے، اسی لیے ہمارے ساتھ احناف اور اہل حدیث حضرات دونوں شامل ہیں۔ اب ایک لینکیں کل مسئلہ کہ پھر بریلوی دیوبندی کا معاملہ؟ ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ ماضی میں بعض شخصیات اور شخصیات کے نتیجے میں کچھ عقائد اور تعبیرات میں فرق واقع ہوا جس کے نتیجے میں دو مکاتب فکر کھڑے ہو گئے۔ مگر ہمارے نزدیک وہ کچھ تعبیرات کا مسئلہ زیادہ اور کچھ شخصیات کے اختلافات کو ذرا زیادہ ہائی لائٹ کر دیا گیا، ہم ان مباحثت کی تفصیلات میں نہیں جاتے اور ہم ان کو اسی طرح اون کرتے ہیں کہ یہ فقہ حنفی کے مطابق عمل کر رہے ہیں۔ ہمارا اور ہمارے رفقاء کا عام معمول یہی ہے کہ اگر ہم سفر کر رہے ہیں تو نماز کا وقت ہو گیا تو جس مکتب فکر کی مسجد بھی نظر آتی ہے وہاں ہم جا کر نماز ادا کر لیتے ہیں۔ اب سوال ہے کہ آپ یہ بھی نہیں، وہ بھی نہیں تو پھر کیا ہیں؟ پھر سمجھنے کی بات ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ ہم ایک جماعت ہیں۔ لیکن ایک ہے الجماعة کا تصور، جو احادیث مبارکہ میں لفظ استعمال ہوا۔ الجماعة پوری امت مسلمہ ہے جو علمہ گو مسلمانوں پر مشتمل ہے تو الجماعة کا دعویٰ قطعاً ہم نہیں کر سکتے۔ البتہ تنظیم اسلامی ایک اصولی اسلامی انقلابی جماعت ہے جو ہمارے لیے ایک پلیٹ فارم ہے جہاں ہم اپنی انفرادی اور اجتماعی دینی ذمہ داریاں ادا کرنے کے قابل ہو سکیں۔ ہم عرض کرتے ہیں کہ ہمارا دین ایک کامل دین ہے جو زندگی کے انفرادی اور اجتماعی دونوں گوشوں کے لیے راہنمائی دیتا ہے اور اسی مناسبت سے ہم پر فرائض بھی عائد ہوتے ہیں کہ خود اللہ کی

ادا ہو رہی ہے۔ البتہ اگر میں پیچھے مرکر بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد اور سابق امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب کے سیٹ کیے ہوئے معیارات کو دیکھوں تو اپنے لیے بڑی مشکل پاتا ہوں۔ لیکن قرآن کے ارشاد:

﴿لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ط﴾ (آل عمرہ: 286)

”اللہ تعالیٰ نہیں ذمہ دار تھہرائے گا کسی جان کو مگر اس کی وسعت کے مطابق۔“

کے مصدق اللہ تعالیٰ نے ذمہ داری دی ہے تو وہی نصرت اور توفیق دے گا۔ ان شاء اللہ!

سوال: تنظیم اسلامی حقیقت میں کیا ہے؟ یہ فرقہ ہے، گروپ ہے یا کچھ اور؟

جواب: فرقہ یا مسلک بھی بھی ہمارے ہاں ہم معنی میں استعمال ہو جاتا ہے۔ اور جماعت کے ساتھ لفظ ”اجماعة“ بھی ہمارے ہاں دینی پیراذ ائمہ میں احادیث کی روشنی میں استعمال ہوتا ہے۔ ہمارے تنظیم اسلامی کے زیر انتظام جو کتابیں شائع ہوتی ہیں ان کے بیک نائیل پر یہ عبارتیں تحریر ہیں کہ تنظیم اسلامی مروجہ مفہوم کے اعتبار سے نہ کوئی سیاسی جماعت ہے، نہ مذہبی فرقہ بلکہ ایک اصولی اسلامی انقلابی جماعت ہے۔ جو اولاً پاکستان میں اور بالآخر ساری دنیا میں دین حق یعنی اسلام کو غالب کرنے یا دوسرے لفظوں میں نظامِ خلافت کو قائم کرنے کے لیے کوشش ہے! ایک بنیادی وضاحت ضروری ہے کہ تنظیم اسلامی کے عقائد وہی ہیں جو اہل سنت والجماعت کے عقائد ہیں۔ ان کیا گیا ہے۔ ہمارا مسلک کون سا ہے؟ معروف مسالک میں حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی شامل ہیں۔ اس کے ساتھ ہمارے اہل حدیث حضرات بھی موجود ہیں۔ بہر حال کبھی کبھی فقہی آراء یا ان کے اصول کے اختلاف کے نتیجے میں کوئی مسلک وجود میں آتا ہے۔ اہل سنت والجماعت کے تمام مسالک اپنی جگہ سب حق پر ہیں۔ الحمد للہ! یہ تمام

سوال: تنظیم اسلامی کی امارت کی ذمہ داری اچانک آپ کے کندھوں پر آئی، حالانکہ سابقہ امیر حیات ہیں۔

ماشاء اللہ! لیکن انہوں نے اپنی بیماری کی وجہ سے آپ کو یہ ذمہ داری تفویض کی۔ یہ ذمہ داری جب غیر متوقع طور پر آپ کے سامنے آئی۔ شوریٰ نے فوری طور پر فیصلہ کیا۔ اس وقت سے لے کر آج تک آپ کے احساسات کیا ہیں؟

جواب: یقیناً! یہ بہت بھاری ذمہ داری ہے۔ حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ جو خود سے مانگتا ہے اس کو ہم ذمہ داری نہیں دیتے لیکن جس پر یہ ذمہ داری ڈالی جاتی ہے تو پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس کے لیے آسانی فرماتا ہے۔ یہ حدیث شوریٰ کے فیصلے کے دوران اکابرین نے ہم سب کے سامنے رکھی تھی۔ میری اتجاب ہے کہ ہمارے قارئین اور رفقاء تنظیم اسلامی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ آسانی فرمائے۔ امارت کی ذمہ داری کے بعد پہلا معاملہ تو یہ ہوا کہ اسفار خاصے بڑھ گئے ہیں۔ ہمارے ہاں ایک سالانہ پلائز بنتا ہے جس میں امیر تنظیم کی مصروفیات کا بھی تعین کیا جاتا ہے۔ ناظرین اور رفقاء کے علم میں ہے کہ تنظیم کا مرکز تو لا ہور میں ہے اور فی الوقت میری رہائش کراچی میں ہی ہے۔ اس کے علاوہ ایک خدمت قرآنی کے حوالے سے مصروفیت کچھ یوں ہے کہ ایک ادارہ ہے علم فاؤنڈیشن جس کا دفتر بھی کراچی میں واقع ہے۔

بہر حال کراچی سے پورے پاکستان میں اسفار کا سلسہ رہتا ہے۔ 2021ء میں ہم نے calculation کی توکم و بیش پانچ مہینے سال میں اسفار میں گزر رہے ہوتے ہیں۔ ظاہری بات ہے اس کی اپنی ایک ضرورت ہے۔ مرکز میں آنا اور پھر رفقاء کی طرف جانا۔ باقی التدرب العالمین کا فضل اور احسان ہے کہ ہماری مرکز کی ٹیم ہے، پھر ہمارے تمام ذمہ داران ہیں، حلقوں میں اور دیگر سطحوں پر ہمارے رفقاء ہیں ان کا بھرپور تعاون حاصل ہے۔ اور ان کی دعا ہیں کہ اب تک یہ ذمہ داری اللہ کے فضل و کرم سے

بندگی کرنا، دوسروں کو بندگی کی دعوت دینا اور بندگی والے نظام کو قائم کرنے کی جدوجہد کرنا۔ چونکہ ان فرائض کو ہم اسکیلے ادا نہیں کر سکتے اس کے لیے ایک جماعت کا ہونا ضروری ہے تو اس معنی میں ہماری ایک جماعت ہے۔

سوال: تنظیم اسلامی میں شامل ہونے کے لیے بیعت جس کو باñی تنظیم اسلامی منصوص، مسنون، ماٹور کہا کرتے تھے اس کے علاوہ فارم پر کر کے دستوری طریقہ بھی ہے۔ تنظیم اسلامی میں شمولیت کے لیے بیعت، ہی کیوں ضروری ہے؟

جواب: بہت اہم سوال ہے۔ جب ہم نے کہا کہ ہم معروف معنی میں کوئی فرقہ نہیں بلکہ ایک جماعت ہیں تو جماعتیں یا اجتماعیتیں یا گروہ یا گروپس تو اور بھی بہت سارے بنتے ہیں۔ کبھی کوئی سیاسی یا معاشری نوعیت کی بات چلانے کے لیے یا کوئی غلط رسوم کی اصلاح کے لیے لوگ اجتماعی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ تنظیم اسلامی کے پیش نظر چند جزوی قسم کی اصلاحی باتوں کے لیے تحریک چلانا نہیں ہے بلکہ دین اسلام جو ایک کامل ترین دین ہے اور اپنا غلبہ چاہتا ہے تو اس کے غلبہ کے لیے جدوجہد ایک کامل کام ہے۔

لامحالہ آج اللہ کا دین نافذ نہیں ہے تو ظاہر ہے بندوں کا قانون چل رہا ہوگا جس کو ہم چیلنج کرنے کی بات کریں گے تو لامحالہ وہاں سے retaliation بھی آئے گی اور تصادم کی شکل بھی بن سکتی ہے۔ ایسی صورت حال میں کوئی ڈھیلی ڈھالی جماعت یہ جدوجہد کرنے سکتی۔ ہمارے پیش نظر یہ ہے کہ غلبہ واقامت دین کی جدوجہد کے لیے ایک منظم جماعت کی ضرورت ہے اور دینی پیراڈاوم میں ایسا نظم اور ڈسپلن بیعت کا نظام عطا کرتا ہے۔ جہاں تک کسی جماعت کا دستوری طریقہ کے مطابق جدوجہد کرنا ہے تو ہمارے نزدیک اس میں ایک منظم جماعت کا ہونا ایک سوال یہ نشان ہے یا بھی امکان موجود ہے لیکن اس کے باوجود ہم اس کو شرعی طور پر حرام نہیں کہہ سکتے۔ بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کو اللہ نے جہاں اور بہت ساری خصوصیات عطا فرمائیں ان میں ایک یہ بھی تھی کہ کسی معاملے یا مسئلہ یا کسی فرد یا اجتماعیت یا کسی فکر کے بارے میں جب وہ تبصرہ فرماتے تو اس کے تمام پہلوؤں کو حتی الامکان کو رکھ کر کے اعتدال کی راہ بیان کرتے۔ اس سب کے باوجود کہ وہ شدود مدد سے اس بات کے قائل رہے اور آج بھی تنظیم اسلامی بیعت کے نظام پر قائم ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ دستوری نظام کو ہم حرام نہیں سمجھتے۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ تنظیم اسلامی میں

شمولیت کے لیے بیعت ہی کیوں ضروری ہے تو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ والی جو آیت ہے کہ:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾
(الاحزاب: 21) ”(اے مسلمانو!) تمہارے لیے اللہ کے رسول میں ایک بہترین نمونہ ہے“

زندگی کے تمام امور کے لیے یہ کامل نمونہ ہے۔ اگر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن غلبہ دین کی جدوجہد تھا ﴿لِيُظْهِرَ عَلَى الْدِينِ كُلَّهُ﴾ اور پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جدوجہد فرمائی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بیعت کا تصور عطا کیا تو آئیڈیل ترین بات یہ بنے گی کہ اقرب الی السنة جائیں اور سنت سے ہی آج جماعت بنانے کے لیے راہنمائی حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ آپ کے سوال میں تین اصطلاحات تھیں یعنی منصوص، مسنون، ماٹور اور چوتھی معقول بھی شامل کر لیں۔ یہ چار اصطلاحات بانی تنظیم اسلامی استعمال فرماتے تھے کہ اجتماعیت کے لیے نظم کیا ہوگا، اس کے لیے دین بیعت کا تصور عطا کرتا ہے۔ یہ منصوص ہے یعنی قرآن مجید کی آیات سے بھی ثابت ہے اور احادیث مبارکہ سے بھی ثابت ہے۔ پھر یہ مسنون بھی ہے یعنی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بیعت لے کر ہمیں دکھایا۔ حالانکہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نہ مانتا ہو وہ مسلمان کہاں رہ سکتا تھا لیکن چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جانے کے بعد بھی امت نے چلنا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیعت کا ڈسپلن عطا کر کے گئے۔ ماٹور یعنی خلافائے راشدین کی خلافت، پھر بعد کے ادوار میں امت کی چودہ صدیوں میں تحریکیں چلیں ماضی قریب میں تحریک شہیدین سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کی جدوجہد، یہ سب امت کا چودہ صدیوں کا تسلسل بھی یہی بتاتا ہے کہ بیعت کا تصور ہی بہتر ہے۔ اور معقول اس لیے ہے کہ ہر ادارے میں ٹاپ کی اتحاری ایک کے پاس ہوا کرتی ہے چاہے نماز کا معاملہ ہو، چاہے کوئی ادارہ ہو یہاں تک کہ کسی کمپنی میں ڈائریکٹر بہت سارے ہوں گے لیکن مینیجنگ ڈائریکٹر ایک ہوگا اور یہی توحید کے لیے بھی دلیل بنتی ہے کہ اس بیعت کے نتیجے میں ایک یکسانیت کا ہونا یا ڈسپلن کا ہونا یہ زیادہ بہتر انداز ہوگا۔ قرآن حکیم میں سورۃ الفتح، سورۃ التوبہ میں بیعت کا ذکر ہے۔ اسی طرح سورۃ المتحہ میں عورتوں کی بیعت کا ذکر ہے ہمیں ملتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت کا تذکرہ فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

یہاں تک فرمایا کہ اگر کوئی شخص اس حالت میں مر گیا کہ اس کی گردن میں بیعت کا قلا دہ نہیں وہ جاہلیت کی موت مرا۔ یہ بات لوگوں کو تلخ لگتی ہے کہ جاہلیت سے مراد کیا ہے۔ ابو جہل کا اصل نام عمرو بن ہشام تھا۔ اس کی کنیت ابو الحکم تھی، وہ دارالندوہ کا سربراہ تھا۔ لیکن جب وحی کے مقابلے میں کھڑا ہوا تو ابو جہل بن گیا۔ جاہلیت کیا ہے کہ وحی کی تعلیم پر عمل درآمد نہ کرنا، وحی کے مطابق نظام کا نہ ہونا۔ اسی طرح امام نبی ﷺ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دس قسم کی بیعتوں کا ذکر فرماتے ہیں۔ جن میں اگر کوئی شخص اسلام میں داخل ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیعت لیتے ہیں۔ فتح مکہ کے موقع پر بیعت لینا، راہ خدا میں نکلنے پر بیعت لینا، راہ خدا میں ہجرت کرنے کے لیے بیعت، ہر مسلمان کے ساتھ نصیح و خیر خواہی کی بیعت وغیرہ شامل ہیں۔

سوال: تنظیم اسلامی کی فکر اقا ملت دین کی جدوجہد کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ شاید یہ ڈاکٹر صاحبؒ کی اپنی ایک اختراع ہے اس کا سلف سے کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ کیا یہ بات درست ہے؟

جواب: یہ کہا جانا کہ یہ کوئی نئی بات ہے ایسا نہیں ہے۔ تنظیم اسلامی میں جب ایک رفیق شامل ہوتا ہے تو اس کے سامنے ہم بہت واضح مقصد یہ رکھتے ہیں کہ اللہ کا دین اصلًا فردوں کو خطاب کرتا ہے اور فرد کا نصب اعین اللہ کی رضا اور آخرت کی نجات ہے۔ یعنی جماعت مقصود نہیں بلکہ اللہ کو راضی کرنا مقصود بن جائے۔ اللہ کی رضا کے حصول کے لیے اللہ کے دین کے تقاضوں پر عمل کرنا لازم ہے۔ وہ تقاضے فرد کے ذاتی و انفرادی معاملات سے لے کر اجتماعی سطح کے مطالبات اور تقاضے بھی شامل ہیں۔ ہماری ایک ذمہ داری خود اللہ کی بندگی، پھر امتی ہونے کے ناطے دعوت دین، اور اسی دعوت دین کے ساتھ اقا ملت دین کی جدوجہد کرنا۔ فرد کے پیش نظر کیا ہے، اللہ کی رضا اور جماعت کے پیش نظر ہے: اقا ملت دین کی جدوجہد کرنا، تاکہ فرد اپنے فرائض کو ادا کرنے کے قابل ہو سکے۔ ایک ہے قائم کر کے دکھادینا، یہ ہم سے اللہ کا تقاضا نہیں، کئی پیغمبر یہ قائم نہیں کر سکے لیکن وہ اللہ کے ہاں کامیاب ہیں لیکن قائم کرنے کی جدوجہد کرنا یقیناً ہمارا فرض ہے۔ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ کوئی نئی بات آپ نے کر دی ہے جس کا تصور ہمارے اسلاف میں نہیں ہے یا آپ ایسے فرائض ہم پر تھوپنا چاہتے ہیں جو کہ اللہ کے دین تقاضے ہم سے نہیں ہیں۔ اقا ملت دین کی جدوجہد کرنا نئی بات نہیں ہے بلکہ چودہ صدیوں سے امت

تحمی اس میں کسی ایک معاملے میں بگاڑا گیا تو اس کے لیے اسلاف مجددین آتے تھے اور وہاں اصلاح کرتے تھے۔ لیکن جب 1924ء میں خلافت عثمانیہ کا خاتمہ ہو گیا تو اس کے بعد پھر ضرورت پیش آئی کہ خلافت کی پوری عمارت کا تصور بھی دیا اور اس کو بنیاد سے کھڑا کرنے کی جدوجہد کرنے کی طرف متوجہ کیا جائے۔

سوال: کیا تنظیم اسلامی کی نظر میں ”دین اور مذہب“ دو الگ الگ اصطلاحات ہیں؟

جواب: اس حوالے سے ہم نے احتیاط بھی بر تی ہے اور سابقہ امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب نے اس پر ہمیں متوجہ بھی کیا۔ اسلام دین ہے جس کا بہتر ترجمہ اردو میں نظام بتا ہے اور انگلش میں سُسٹم ہے۔ البتہ انگریزی کا ایک لفظ ہمارے ہاں بھی معروف ہے: religion: اور اسی کے ساتھ ایک پرانا جملہ بولا جاتا ہے: Religion is your private affairs it has nothing to do with the State affairs تو اس religion کا ہمارے ہاں عام طور پر مذہب ترجمہ ہوتا ہے یعنی انگریزی کا۔ اور وہ اپنی جگہ ٹھیک ہے اس لیے کہ عیسائیت کا کوئی تعلق نظام سے نہیں ہے۔ انگریزی میں یہ تعریف بالکل درست ہے۔ لیکن Islam is not just a religion its a Deen یہ ڈاکٹر اسرار احمد کے بڑے پیارے الفاظ ہیں کہ اسلام فقط religion نہیں ہے بلکہ یہ انفرادی زندگی سے متعلق بھی راہنمائی دیتا ہے مگر یہ انگریزی والا religion نہیں ہے بلکہ یہ دین انفرادی اور اجتماعی دونوں پہلوؤں کے اعتبار سے راہنمائی عطا کرتا ہے۔ تنظیم اسلامی کے پلیٹ فارم سے اور ماضی قریب کے دیگر اہل علم دانشوروں نے بھی اس نکتہ کو پیش کیا ہے کہ اسلام سے مراد انگریزی والا مذہب نہیں ہے بلکہ یہ دین ہے۔ سورۃ آل عمران میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ عِنْدَ اللَّهِ إِلَّا سَلَامٌ قُلْ﴾ (آیت: 19)
”یقیناً دین تو اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے۔“

اسی طرح سورۃ المائدہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أَلْيَوْمَ يَئِسَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ﴾ (آیت: 3)

”اب یہ کافر لوگ تمہارے دین سے ما یوس ہو چکے ہیں،“

اسی طرح سورۃ البقرۃ میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السَّلَمِ﴾

طرح شریعت کے بہت سارے احکامات جو اجتماعی زندگی سے متعلق ہیں مثلاً سود کا خاتمہ، زنا کی روک تھام، شراب کی روک تھام، جوئے کی روک تھام، زکوٰۃ عشر کی وصولی وغیرہ سب احکام فرائض کے درجے میں ہیں۔ ان پر عمل درآمد نہیں ہو سکتا جب تک نظام خلافت قائم نہ ہوا گر ان فرائض پر عمل کرنا لازم ہے تو نظام خلافت کو قائم کرنا بھی فرض کے درجے میں آجائے گا۔ ایسے میسیوں دلائل ہمارے اسلاف نے بیان کیے۔ دو کتابوں کا حوالہ دوں گا۔ ماضی میں کتاب چھپتی رہی: ”اسلامی نظام خلافت اور ہماری ذمہ داریاں“۔ مولانا زاہد اقبال صاحب، جامعہ الرشید، کراچی میں استاد الحدیث تھے۔ یہ کتاب برسوں پرانی ہے۔ ہم نے اپنی تنظیم کے مکتبوں پر کھا اور اپنے اجتماعات میں اس کا مطالعہ کروایا۔ اس میں انہوں نے یہی باتیں لکھی ہیں کہ امت کے اسلاف نے دین کا کیا جامع تصور سمجھا اور اقامت دین کو کس طرح فرض سمجھا اور اس کے لیے انہوں نے کون کون سی اصطلاحات استعمال کیں۔ ماضی کے محدثین، مفسرین، فقہاء کی آراء کیا ہیں اور اب ہماری ذمہ داری کیا ہے۔ اسی طرح ہماری تنظیم کے کوئی نہ کریں کے رفیق ہیں: عبد السلام عمر۔ آج کل پی اتیج ڈی کر رہے ہیں۔ ان کا علماء سے استفادہ ہے۔ انہوں نے کتاب مرتب کی ہے: ”فرضیت اقامت دین! اسلاف کی آراء اور تعامل کی روشنی میں“، یعنی امت کے اسلاف کا اقامت دین کے بارے میں کیا موقف تھا اور وہ اس پر کتنا عمل پیرا تھے۔ تو ایسا نہیں ہے کہ ڈاکٹر اسرار احمد نے یہ کوئی اپنی طرف سے اصطلاح وضع کر دی ہے جو امت میں کبھی موجود نہ رہی ہو۔

اسی طرح ایک اور نکتہ جس کو بانی محترم نے بھی بڑی وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا کہ امت کے چودہ سو سالہ دور میں ایسا نہیں ہوا کہ پورے دین کی عمارت یکدم نیچے گر گئی ہو بلکہ ایسے خلفاء گزرے ہیں کہ جن کے ذاتی کردار تو بہت ہی خراب تھے وہ ظالم و فاسق تھے لیکن ان کے ادوار میں بھی ایک عام مسلمان اپنے بارے میں شریعت کا فیصلہ لینا اور نافذ کروانا چاہتا تو شرعی عدالتیں موجود تھیں۔ اسلامی نظام رفتہ رفتہ زمیں بوس ہونے کی طرف گیا ہے۔ ابوالکلام آزاد یا مولانا مودودیؒ کی جدوجہد ہو یا ہندوستان میں تحریک خلافت کیوں چلی۔ کیونکہ جب رہی سہی خلافت اور امت کی مرکزیت بھی ختم ہو گئی تو پھر اب جڑ سے دوبارہ خلافت کو قائم کرنے کے لیے جدوجہد کرنے کی طرف معاملہ گیا۔ باقی جب اسلامی خلافت قائم کے بغیر انہیں کر سکتے تو خوب کرنا بھی فرض ہو جائے گا۔ اسی

کے ہاں متفق علیہ یہ معاملات چلے آرہے ہیں کہ اللہ کا دین کامل دین ہے اس پر انفرادی سطح پر بھی عمل کرنا ہے اور اجتماعی سطح پر بھی اس کے احکام کو نافذ کرنے کی جدوجہد کرنی ہے۔ البتہ جب ہم فقہاء کی طرف دیکھتے ہیں تو ان کی اپنی اصطلاحات ہوتی ہیں۔ بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ ایک مفکر قرآن تھے تو وہ قرآن مجید کی اصطلاحات استعمال کرتے تھے۔ نتیجے کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے۔ یعنی اگر وہ سورۃ الشوریٰ کی آیت 13 کا حوالہ دے رہے ہیں:

﴿أَنَّ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ ط﴾
”کہ قائم کر دین کو۔ اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔“

تو ایسا نہیں ہے کہ یہ بات صرف ڈاکٹر اسرار احمدؒ یا مولانا مودودیؒ یا مولانا ابوالکلام آزادؒ نے ہی کہی ہے بلکہ امت کے اسلاف کی تفسیری آراء کو سامنے رکھیں تو وہ سب اس بات کے قائل ہیں۔ مثال کے طور پر امام ابن تیمیہؓ فرماتے ہیں: ”امت پر تمام فرائض میں سے سب سے بڑا فریضہ ہے کہ اللہ کے دین کو غالب کرنے کی جدوجہد کی جائے اس سے کم تر پر نہ ان کی دنیا سنور سکتی ہے نہ آخرت سنور سکتی ہے۔ اللہ کی شریعت کے بہت سارے احکامات اجتماعی زندگی سے متعلق ہیں مثلاً قضاء (عدالتی فیصلے)، افواج، شرعی سزاوں کے نفاذ کا معاملہ، زکوٰۃ اور عشر کی وصولی اور اس کے خرچ کیے جانے کا معاملہ وغیرہ۔ اگر اللہ کی شریعت نافذ نہ ہو تو ان اعمال پر عمل ہونہیں سکتا۔“

اسی طرح شاہ ولی اللہؒ خلافت کے مفہوم کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے بعد اب ان کی نیابت کرتے ہوئے امت پر فرض ہے کہ وہ اللہ کی شریعت کے نفاذ کی جدوجہد کرے۔“

اسی طرح ہمارے فقہاء کی اصطلاح ہے: نصب امام یا نصب امامت۔ یعنی امت کا ایک امام ہو جو رعایا کے لیے شریعت کو نافذ کرے۔ یہ امامت کا نصب کیا جانا امت پر فرض ہے۔ اسی طرح فقہاء کا ایک اصول ہے: مقدمة الواجبی واجبة۔ اکثر فقہاء کے ہاں فرض اور واجب ایک ہی شے ہے البتہ احناف فرض اور واجب میں تھوڑا فرق کرتے ہیں۔ لیکن عموم کے اعتبار سے فرض اور واجب ایک ہی شے ہے۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر فرض کو ادا کرنے سے قبل کوئی اس کی شرط ہے تو وہ ادا کرنا بھی فرض ہو جائے گا۔ مثال کے طور پر نماز ادا کرنا فرض ہے لیکن وضو کے بغیر انہیں کر سکتے تو خوب کرنا بھی فرض ہو جائے گا۔ اسی

”اے اہل ایمان! اسلام میں داخل ہو جاؤ پورے کے پورے۔“

جب ہمارے پلیٹ فارم سے یہ بات بیان ہوتی ہے تو اس کے لیے ہم مائل استعمال کرتے ہیں: دین اسلام کا جامع تصور یادِ دین اسلام کا ہمہ گیر تصور۔ جس میں انفرادی زندگی دونوں پر کلام کیا البتہ آج اس کو بیان کرنے میں اصطلاحات مختلف ہو سکتی ہیں۔ ذاکر اسرارِ احمدؐ فرمایا کرتے تھے کہ سیاست میں زندگی کو دو حصوں میں بیان کیا جاتا ہے ایک individual life اور دوسری collective life۔ اب ظاہر ہے یہ انگریزی کا لفظ ہے جو عربی کی تفاسیر میں تونہیں ملے گا کیونکہ یہ اصطلاح آج کی ہے۔ لیکن بات وہی بیان کی جا رہی ہے جو پوری امت سمجھتی ہے۔

سوال: کیا ”فرائض دینی“ کا جامع تصور، کا خاکہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے؟

جواب: بانی تنظیمِ اسلامی ذاکر اسرارِ احمدؐ نے فرائضِ دینی کو تین سطحوں پر بیان فرمایا۔ ایمان کا بیان بھی آتا ہے کہ اقرار بالسان کے ساتھ تصدیق بالقلب بھی ضروری ہے۔

اس کو بھی ایک تقاضے کے طور پر ہم بیان کرتے ہیں۔ ہمارے ہاں عموم کے طور پر تین بنیادی فرائض کا ذکر آتا ہے۔ 1۔ خود اللہ کا بندہ بننا، 2۔ دوسروں کو اللہ کی بندگی کی دعوت دینا۔ 3۔ اللہ تعالیٰ کی بندگی پر منی نظامِ کو قائم کرنے کی

جدوجہد کرنا۔ پھر اس کے لیے قرآن حکیم کی آیات کو پیش کرتے ہیں۔ یہ واضح کر دوں کہ جب ہم قرآن کا ذکر بار بار کرتے ہیں تو اس کے ساتھ صاحبِ قرآن صلی اللہ علیہ وسلم بھی

شامل ہیں۔ کیونکہ ماضی میں ایک اعتراض اٹھتا رہا کہ جب کبھی کوئی تحریکِ قرآن کے نام پر اٹھتی رہی تو پھر اس کی کوکھ سے فتنہ انکارِ حدیث نے جنم لیا۔ لیکن پیش نظر قرآن

جمعِ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا قرآن جمعِ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ہیں کیونکہ یہ دین کی جڑ اور بنیاد ہے۔ بہر حال تین فرائض کے لیے اصطلاحات بھی قرآن حکیم کی ہیں۔ بہت

تفصیل میں اگر ہم جائیں تو ایک ایک فریضہ کے لیے چار اصطلاحاتِ قرآنی ہیں۔ میں ایک ایک مقامِ قرآن کا بیان کر دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے لیے فرمایا کہ میں نے اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے خود اللہ کا بندہ بننا قرآنی

اصطلاح میں عبادتِ رب ہے۔ ارشاد ہوتا ہے: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّةَ وَالْإِنْسَانَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ (الذاريات)

”اوہ میں نے نہیں پیدا کیا جنوں اور انسانوں کو مگر صرف“

اس لیے کہ وہ میری بندگی کریں۔“ اسی کا اقرار، ہم نماز کی ہر رکعت میں کر رہے ہیں: (ایاک نعبد) اسی کی دعا ہے جو ہر نماز کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کر رہے ہیں:

((اللَّهُمَّ اعْنِي عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحْسَنِ عَبَادَتِكَ))

بہر حال اللہ کی بندگی انسان کی اپنی ذات سے متعلق جس میں سارے معاملات ایمانیات، معاملات، رسومات، اخلاقیات، رزق حلال کمانا، حقوق العباد وغیرہ یہ سب میری ذات سے متعلق ہو گئے۔ لیکن اس کے بعد صرف اللہ کے بندے نہیں بلکہ خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی بھی ہیں۔ چنانچہ امتی ہونے کے ناطے مزید برائے ہم پر فرائض عطا ہوتے ہیں۔ کیونکہ اس امت کو اللہ تعالیٰ نے شہادت علی الناس کے فریضے کے لیے کھڑا کیا۔ یعنی دوسروں کو اللہ کی بندگی کی دعوت دینا جس کو مختلف پیرا یوں میں قرآن پاک بیان کرتا ہے۔ شہادت علی الناس (لوگوں پر اللہ کے دین کی گواہی) کی اصطلاح بھی آئی ہے۔ سورۃ البقرۃ میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطَالِتُكُنُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونُ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ط﴾ (البقرۃ: 143)

”اور (اے مسلمانو!) اسی طرح تو ہم نے تمہیں ایک امت وسط بنایا ہے۔ تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسولؐ تم پر گواہ ہو۔“

اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے بعد ان کے behalf اپنے امتیوں نے یہ کام کرنا ہے۔ امام قرطبیؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ کام نہ کرے وہ امتی کہلانے کا مستحق ہی نہیں۔ یعنی ہر امتی پر فرض ہے کہ وہ دعوتِ دین کا کام کرے۔ تیسرا بات، دعوتِ دین کافی نہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر داعی کون ہوگا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو داعیِ اعظم اور مبلغِ اعظم ہیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خون طائف میں اور احد میں بہتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم آنسو بھری آنکھوں سے بیت اللہ کو الوداع کہتے ہیں، پھر ستر صحابہ کی جانوں کا نذر رانہ اللہ کی راہ میں پیش کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تواریخی اٹھائی ہے۔ یہ سب کس لیے؟ قرآن حکیم بتاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن تھا:

﴿لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ﴾ (الصف: 9)

”تاکہ غالب کر دے اس کو پورے نظامِ زندگی پر۔“

استعمال کرتے ہیں۔ اچھا یہ بات کہ یہ تنظیمِ اسلامی نے کوئی

نئی بات پیش کر دی؟ بالکل ایسا نہیں ہے۔ بلکہ ہمارے تمام اسلاف نے «ادخلوا فی السلم کافہ» الیوم اکملت لكم دینکم» کی ماضی اور حال کی تفاسیر کو دیکھ لیں سب نے انفرادی اور اجتماعی زندگی دونوں پر کلام کیا البتہ آج اس کو بیان کرنے میں اصطلاحات مختلف ہو سکتی ہیں۔ ذاکر اسرارِ احمدؐ فرمایا کرتے تھے کہ سیاست میں زندگی کو دو حصوں میں بیان کیا جاتا ہے ایک individual life اور دوسری collective life۔ اب ظاہر ہے یہ انگریزی کا لفظ ریجن استعمال کر کے پھر elaborate کر دے یا ہم احتیاط کرتے ہیں۔ احتیاط کیوں کرتے ہیں؟ ہمارے اسلاف یا فقہی مکاتب فلکِ جب فقہی مسائل کو بیان کرتے ہیں تو وہ لفظ مذہب استعمال کرتے ہیں۔

عربی میں مذہب بمعنی طریقہ۔ اب نماز کا ایک طریقہ ہے اور فقہی میں کہا جائے گا: مذہب حنفی یا مسلک حنفی۔ دونوں کو برابر لے سکتے ہیں۔ نماز میں مذہب حنفی کیا ہے: ہاتھ نیچے باندھ لیجیے۔ مذہب شافعی کیا ہے: ہاتھ اوپر باندھ لیجیے۔ مذہب مالکی کیا ہے: ہاتھ چھوڑ دیجیے۔ تو سب ٹھیک ہیں۔ ہمارے نزدیک سب قابل قبول ہیں نسبت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جاری ہے۔ اسی طرح اجتماعی معاملات ہیں ہمارے فقهاء نے سب پر کلام کیا ہے۔ اب جب وہ ان اجتماعی گوشوں کے حوالے سے کلام کریں گے تب بھی یہ بحث آئے گی کہ فلاں مسئلہ میں مذہب شافعی کی یہ رائے ہے، مذہب حنفی کا یہ طریقہ ہے وغیرہ۔ یعنی وہاں مذہب رائے، طریقہ اور مسلک کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اس میں ہم نے یہ احتیاط کی کہ اب ہم دین اور مذہب کا فرق استعمال نہیں کرتے۔ تنظیمِ اسلامی میں بھی اہل علم موجود ہیں۔ الحمد للہ۔ پھر ہمارے احباب میں علماء ہیں یا مدارس سے فارغِ فضلاء بھی ہمارے دروس میں آتے ہیں تو ایک کنفیوژن کا امکان ہو سکتا تھا۔ سوال اٹھتا تھا کہ کیا امام ابو حنفیؓ نے پورے دین پر بات نہیں کی؟ کیا امام شافعیؓ نے پورے دین پر بات نہیں کی؟ ہم کہتے ہیں کہ بالکل بات کی ہے لیکن موجودہ دور میں انگریزی کا لفظ ریجن اسلام کے لیے بھی استعمال ہو رہا ہے اور بد قسمتی سے اس ریجن کا ترجمہ مذہب کر دیا گیا۔ ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ اسلام انگریزی والا ریجن نہیں جس کو کچھ لوگ اردو میں مذہب کہتے ہیں۔ تو ہم اس Religion vs Deen e Islam کے contrast یا difference کو بیان کر رہے ہوئے ہیں اس بات کو اون کرتے ہوئے کہ فقهاء نے تمام مسائل دین کو بیان کیا اور وہ لفظ مذہب کی اصطلاح کے معنی میں

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن دیا گیا، دین دیا گیا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو غالب کریں۔ اب یہ قائم کرنا اس کے لیے اقامت دین کی اصطلاح ہے۔ سورۃ الشوریٰ کی آیت 13 میں پانچ اولوالعزم رسولوں (نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ علیہم اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کو جو حکم دیا جا رہا تھا وہی ہمیں فرمایا جا رہا ہے (شرع لكم) تمہیں بھی وہی حکم دیا جا رہا ہے۔

پھر آگے الفاظ آئے:

﴿أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ ط﴾
(الشوریٰ: 13)

”کہ قائم کرو دین کو۔ اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔“

(اس بارے میں ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا کتابچہ ”فرائض دینی کا جامع تصور“ جس میں تفصیلی اس موضوع پر بحث کی گئی ہے۔) اس میں ایک سوال بنتا ہے کہ کیا یہ فرائض دینی کا تصور ڈاکٹر صاحب کی اپنی اختراں ہے؟ تو اس حوالے سے قرآن پاک کی آیات پیش کی گئی ہیں، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور اسوہ دیکھ لیں اور امت کے اسلاف کا طریقہ بھی دیکھ لیں۔ اس سے پہلے اسلاف میں سے دو شخصیات کی مثالیں دی گئیں پھر دو کتابوں کا حوالہ دیا گیا جن میں تفصیل سے بحث کی گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ امت اس پر اتفاق کرتی چلی آئی ہے۔ حتیٰ کہ اسی کی دہائی میں ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے محاضرات قرآنی کا سلسلہ شروع کیا جن میں مختلف علماء کرام کو دعوت دی۔ اور اپنایہ فرائض دینی کا جامع تصور لکھ کر ان کے سامنے رکھا اور ان کو کہا گیا کہ تنقید کرنا چاہتے ہیں تو کریں اور کوئی اصلاح طلب بات ہے تو اس کی اصلاح کریں۔ لیکن تقریباً سب نے کہا کہ تصور کی حد تک بات بالکل درست ہے کہ ہماری ذمہ داری فقط ذات تک محدود نہیں بلکہ انفرادی سطح سے آگے بڑھ اجتماعی سطح پر بھی ہماری دینی ذمہ داریاں ہیں جس میں دعوت دین اور اقامت دین کی جدوجہد کرنا شامل ہے۔

سوال: اب کچھ نظریات ایسے سامنے آرہے ہیں کہ اب دین دوبارہ قائم نہیں ہوگا کیونکہ پہلے اسلام کا دور تھا، اب دوسرے مذاہب کا دور ہے۔ کیا اب اسلام کا عروج دوبارہ نہیں ہو سکتا؟

جواب: یہ کہنا کہ اسلام قائم نہیں ہو سکتا، یہ تصور آیات قرآنی کے اشاروں اور احادیث میں بیان کی گئیں تفصیلات کے بھی خلاف ہے۔ قرآن حکیم میں اشارے موجود ہیں جن کو بانی تنظیم اسلامی صغیری کبریٰ جوڑ کر بیان

کرتے تھے۔ قرآن حکیم بتاتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت یونیورسل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَةً لِّلَّهَا يُسْبَّبِرُّا وَنَذِيرًا﴾ (سما: 28)

”اور (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم!) ہم نہیں بھیجا ہے آپ کو مگر تمام بھی نوع انسانی کے لیے بشیر اور نذر بننا کر۔“

اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہلوایا گیا:

﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ بِحَمِيمًا﴾ (الاعراف: 158)

”(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم!) کہہ دیجیے اے لوگو! میں اللہ کا رسول ہوں تم سب کی طرف“
پھر قرآن حکیم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن کو تین مرتبہ بیان فرماتا ہے:

﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ إِلَيْهِ دِلِيلُ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الَّذِينَ كُلُّهُمْ﴾ (الصف: 9)

”وہی ہے (اللہ) جس نے بھیجا اپنے رسول کو الہدی اور دین حق کے ساتھ تاکہ غالب کر دے اس کو پورے نظام زندگی پر“
ظاہر فرمانا اگر صرف الفاظ تک ہوتا تو پوری کائنات میں سب سے قیمتی خون تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے کیا اللہ اسے بہنے دیتا؟ نبیوں کے بعد قیمتی ترین جماعت صحابہ کرام نبی اللہ کی ہے۔ اگر صرف ظاہر الفاظ سے کرنا مقصود ہوتا تو کیا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کسی ایک صحابی کی بھی جان جانے دیتے اللہ کی راہ میں؟ یہ بڑی عجیب بات ہے۔ وہ صغیری کبریٰ کیا ہے؟ حضور ﷺ کی رسالت تمام انسانیت کے لیے ہے۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کامشن ہے کہ اس طرز زندگی پر اللہ کا دین غالب ہو جائے۔ ڈاکٹر صاحب یہ نتیجہ نکالتے تھے کہ جب تک اللہ کا دین کل روئے ارضی پر غالب نہ ہو جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کامشن پاپیہ تکمیل کو نہیں پہنچے گا۔ یہی وجہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں دین کاغذیہ عرب پر ہوا تو غزوہ توبک کی صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی توسعہ کا آغاز فرمادیا۔ اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں 22 لاکھ مرربع میل پر اور پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں 44 لاکھ مرربع میل تک اسلام کا غلبہ ہوا۔ لیکن بقول شاعر

وقت فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نور توحید کا اتمام ابھی باقی ہے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

”اللہ نے مجھے پوری زمین کو لپیٹ کر (یا سکیٹ کر) دکھادیا۔ چنانچہ میں نے اس کے سارے مشرق بھی دیکھ لیے اور تمام مغرب بھی۔ اور یقین رکھو کہ میری امت کی حکومت ان تمام علاقوں پر قائم ہو کر رہے گی جو مجھے لپیٹ کر (یا سکیٹ کر) دکھائے گئے۔“ (صحیح مسلم)

یہ اب تک تو نہیں ہوا۔ اسی طرح کی کچھ اور صحیح احادیث موجود ہیں جن میں یہ بشارتیں موجود ہیں کہ کل روئے ارضی پر اللہ کا دین غالب ہو گا۔ اب اگر واضح قرآنی اشارات اور احادیث کو سامنے رکھنے کے بعد کوئی صاحب ایمان کا دعویدار ہو اور وہ یہ کہہ بیٹھتا ہے کہ یہ ہونے والی بات نہیں ہے تو وہ ان کا انکار کر رہا ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے فرماتا ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارات نہ ہوتیں۔

آج امت کی حالت کو دیکھتے ہوئے ہم بھی کہتے کہ اسلام کا دوبارہ عروج ایک خواب ہے۔ لیکن جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا تو اسلام کا عروج ہو کر رہے گا۔

کب ہوگا؟ اللہ بہتر جانتا ہے۔ میرا مسئلہ یہ ہے کہ میری ابھی موت واقع ہو جائے تو میں اللہ کو کیا جواب دوں گا؟ تو میں اس کام میں اپنا حصہ ڈالنے کا پابند ہوں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معروف الفاظ ہیں: میں آنے والے دور کے لیے راستے کو صاف کر رہا ہوں۔ ظاہر ہے آنے والا دور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان چھ صد یوں کا فصل ہے لیکن عیسیٰ علیہ السلام فرماتا ہے ہیں کہ میں آج راستے کو صاف کر رہا ہوں۔ ایک امتحنی کو یہ سوچنا چاہیے کہ وہ راستے صاف کر رہا ہے یا خراب کر رہا ہے، وہ اپنا حصہ ڈال رہا ہے یا معاذ اللہ اس کے مخالف جا رہا ہے۔ رفیق تنظیم یا ایک مسلمان کے پیش نظر اللہ کی رضا اور آخرت کی کامیابی ہے۔ چاہے دنیا کی زندگی میں دین قائم نہ ہو، کتنے نبیوں کے ہاتھوں نہیں ہوا، کتنے صحابہ کی زندگیوں میں نہیں ہوا لیکن وہ اپنا کام کر گئے وہ اللہ کے ہاں کامیاب ہیں۔ لیکن دین غالب ہو گا ضرور کیونکہ یہ وضاحت احادیث مبارکہ میں ہے۔ اقامت دین کی جدوجہد کرنا ہماری اہم ذمہ داری ہے۔ دین قائم ہونے یا نہ ہونے کی شاذ آراء ماضی میں بھی ہوں گی، آج بھی ہیں لیکن امت میں مجمع علیہ معاملہ چلا آیا ہے۔ ان فرائض کے حوالے سے امت کا بالکل واضح موقف رہا ہے۔



8 مارچ کا عورت مارچ اور خواتین کے حقوق

سید علی شاہ حقانی

شریک ایک ادھیر عمر شخص نے کہا کہ جب تک معاشرے سے نکاح کا رجحان ختم نہیں کیا جاتا اس وقت تک عورت مارچ کے مقاصد پورے نہیں ہوں گے۔ کراچی مارچ پر مقتدر حلقوں کی خاموشی نے ان لوگوں کو حوصلہ دیا جس کے بعد یہ سلسلہ بڑھتا ہوا مختلف شہروں میں پھیل گیا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ عورت مارچ کی منزل، ایجنسڈا اور مقاصد بھی واضح ہونے لگے۔ جیسا کہ ان کے حیا باختہ اور شرمناک نعروں سے صاف ظاہر ہے۔ کیا اعلیٰ طبقے کے امیر گھرانوں کے معدودے چند افراد کے نعروں سے 58 فیصد آبادی پر مشتمل خواتین کی نمائندگی ہو سکتی ہے؟ اس طرح احتجاجی مظاہروں اور عوامی مارچ کا ایک فائدہ تو نکل آتا ہے کہ کچھ لوگ اس کے نتیجے میں ذاتی فوائد حاصل کر لیتے ہیں لیکن وہ بیوہ خواتین، یتیم بچیاں اور ان جیسے لاتناہی مسائل سے دوچار ادنیٰ طبقے کی لڑکیاں جو جہیز کی عدم دستیابی کی وجہ سے گھروں میں زندگی گزار رہی ہیں، ان کو کوئی فائدہ مل رہا ہے؟ وراشت سے محروم خواتین کے بارے میں ابھی تک کسی غیر سرکاری تنظیم نے کبھی ایک سیمینار کا انعقاد کیا ہے؟ کیا عورت کے حقوق بے پرداگی ہیں جس پر ہمارے انسانی حقوق کے کارکن صفت ماتم بچھائے ہوئے ہیں۔ کیا وہ بچیاں جو اپنے دستور کے مطابق مخلوط تعلیم سے بے زار ہیں۔ کیا انہیں تعلیم حاصل کرنے کا حق حاصل نہیں، ہمارے آئین کے تحت ہر شہری کو تعلیم کا حق حاصل ہے، کیا باپرده بچیوں کو تعلیم حاصل کرنے کا حق حاصل نہیں۔ آج تک ہمارے دیہاتوں میں کتنی باصلاحیت بچیاں ہیں جو محض مخلوط تعلیمی اداروں کی وجہ سے تعلیم ادھوری چھوڑ کر گھر بیٹھ جاتی ہیں۔ چاہیے تو یہ تھا کہ حقوق نسوں کے نام پر قائم بے شمار تنظیمیں ایک مہم چلاتیں کہ مخلوط تعلیم کی وجہ سے بچیاں تعلیم سے محروم ہو رہی ہیں لہذا غیر مخلوط تعلیمی ادارے قائم کیے جائیں لیکن الٹا باجواب طالبات کو تعلیم کے زیر سے محروم کر دینے والے سیکولر ہندوستان کے خلاف موم ہتی مانیا نے ایک بیان تک نہیں دیا۔ انسانی حقوق کی تنظیمیں اس اقدام پر خاموش ہیں کیونکہ بھارت مغرب کا لاذلا ہے اور ہمارے یہ نام نہاد و انشور اور انسانی حقوق کی علم بردار تنظیمیں مغرب کو ناراض کرنے کی غلطی مول نہیں لے سکتیں۔ آج جدید دنیا میں بھارت میں مسلم خواتین کی بولی لگائی جاتی ہے کیا یہ انسانیت اور خواتین کی تذلیل نہیں؟

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی تخلیق ایک مرد اور عورت سے کی ہے اور پھر عورت کو مرد کی وزیر اور نائب کی حیثیت دے کر زندگی کی گاڑی کے دو پہیوں کی مانند بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے سب انسانوں کو برابر بنا کر فضیلت کا معیار تقویٰ قرار دیا جس میں کسی مرد یا عورت کی تخصیص نہیں ہے۔ جس مغرب نے عورت کو ہمیشہ ظلم و ستم کا نشانہ بنایا اور مغربی معاشرے میں اس کو مرد کی تسلیم کا ذریعہ بنایا، ہی مغرب اپنی مغربی اقدار، تہذیب اور مادر پدر آزاد معاشرے کی ترویج کے لیے نت نئے ہتھیں دے استعمال کر رہا ہے۔ کبھی انسانی حقوق کی پامالی، کبھی میڈیا کی آزادی تو کبھی خواتین کے حقوق۔ جہاں تک اسلام کا تعلق ہے تو اسلام انسانی حقوق کا علم بردار، آزادی اظہار رائے اور خواتین کے حقوق کا ضامن ہے لیکن شتر بے مہار آزادی کا اسلام میں کوئی تصور نہیں، بلکہ اسلام میں ایک خاص حد تک ہر عمل کی آزادی ہے۔ جہاں تک خواتین کا تعلق ہے تو اسلام خواتین کے حقوق کا سب سے بڑا محافظ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے جب کوہ صفا پر اسلام کے آفاقی نظام کا باقاعدہ اعلان فرمایا تو اسے قبول کرنے کے لیے کوئی مرد تیار نہ تھا بلکہ وہ حضرت خدیجہ ؓ کی صورت میں ایک عورت ہی تھی جس نے اس نظام کی قبولیت کے لیے لبیک کہا۔ ایسے ہی دین کے تحفظ اور احیاء کے لیے حضرت سمیہ ؓ عورت ہی تھی جس نے جان کا نذر انہ پیش کر کے اسلام کی پہلی شہیدہ کا اعزاز حاصل کر لیا۔ یہ اسلام ہی تھا جس نے یہ اعزازات عورت کو دے کر انہیں احسان محرموں کی دنیا سے نکال کر ایک نیا مقام دیا۔ لیکن اسلام کے بر عکس دیگر مذاہب کے پیروکاروں نے اپنی عیش پرستی کے لیے خدائی قوانین میں خود ساختہ تراویم کر کے عورت کو ذلت اور پستی کے مقام پر لاکھڑا کر دیا۔ یونان کبھی دنیا میں تہذیب کی بلندیوں پر براجمان تھا لیکن خواتین کے حوالے سے اخلاقی پستی سے مزین سیاہ کار ناموں کا تاریک باب ہے۔ یورپ اور مغربی اقوام کا حال ان سے کچھ زیادہ مختلف نہیں۔ ایسے ہی

دوسری طرف حکومت پاکستان نے اس معاملے میں اپنے پیش رو کی طرح خاموش اجازت دے دی ہے۔ وفاقی وزیر مذہبی امور نور الحق قادری نے وزیر اعظم عمران خان کے نام خط میں مشورہ دیا ہے کہ 8 مارچ کو سرکاری یوم حجاب منایا جائے جو کہ ہماری دانست میں ایک معقول مشورہ ہے۔ موصوف نے اپنے خط میں یہ سراہت نہیں کی ہے کہ عورت مارچ پر پابندی لگائی جائے لیکن مارچ کے منتظمین اور بعض سیاسی جماعتیں کی خواتین رہنماؤں نے اسے خواتین کی آزادی پر قدر عن قرار دیا ہے۔ ہمارے ایک وفاقی وزیر فواد چودھری نے اس تجویز کو مسترد کر دیا ہے۔ جہاں تک وزارت مذہبی امور کے خط کا تعلق ہے یہ اس لیے مناسب مشورہ ہے کہ ایک طرف بھارت کی سب سے بڑی اقلیت کی خواتین کے حجاب پر پابندی کی بازگشت سنائی دی جا رہی ہے وہاں پاکستان خواتین کے عالمی دن کو یوم حجاب سے منسوب کر کے دنیا کو بھارت کے اس ظالماںہ اقدام کی طرف توجہ مبذول کر سکتا ہے۔ لیکن اگر حکومت یہ کام نہیں کر سکتی تو کم از کم عورت مارچ کے لیے کوئی ضابطہ اخلاق مقرر کیا جائے تاکہ عورت مارچ خواتین کے حقیقی تحفظ کا ترجمان بن سکے ورنہ ایک دفعہ پھر ملک میں بر لزا اور اسلام پسند طبقوں کے درمیان کشیدگی پیدا ہو جائے گی جیسا کہ پچھلے سال پابندی نہ ہونے کی وجہ سے مذہبی جماعتوں کی خواتین کو باہر نکلنا پڑا۔ جیسے 18 فروری کو جمعیت علماء اسلام کے امیر مولانا فضل الرحمن کی کال پر جے یو آئی کے خواتین ونگ نے بھارتی خواتین کے ساتھ بطور یجہتی یوم حجاب منایا تھا جس میں شرکاء نے واضح طور پر عورت مارچ کی مخالفت کر کے بزور طاقت روکنے کا عندیہ دیا تھا۔ موجودہ وقت میں یقیناً پاکستان پر تشدد مظاہروں کا متحمل نہیں ہو سکتا لہذا حکومت ہنگامی بنیادوں پر اقدامات کر کے عورت مارچ میں گمراہ کن اور توہین امیز نعروں پر پابندی لگادے تاکہ خواتین کے حقوق متنازعہ ہونے کی بجائے اس صنف نازک کے لیے نیک شگون ثابت ہوں۔ جبکہ خواتین کے حقوق کے لیے ایک اعلیٰ سطح کمیشن قائم کر کے خواتین کے حقوق کے قوانین کا از سر نوجائزہ لے کر اسلامی نظریاتی کوسل کی سفارشات کے مطابق ایک مؤثر قانون لاگو کیا جائے تاکہ عورت مارچ کے نام پر قوم کی بھیوں کی عزت اچھائے کا سلسلہ ہمیشہ کے لیے بند ہو جائے۔

اگر خون کے چھپتے رہیں.....

عامرہ احسان

amira.pk@gmail.com

دستخط کر کے (جان بچی سو لاکھوں پائے!) اس جنگ سے نکلنے کی راہ پا لینے میں کامیاب ہو گیا! پوری دنیا کی بھری بڑی ہوائی بے مثل فوجی قوت، جدید ترین عسکری وسائل جھو نکے گئے۔ دنیا عمامہ پوش سادہ شرعی حلیوں میں ملبوس سکینیت بھری فتح کے دور میں داخل ہوتے طالبان کو بہ صد حیرت و حرمت ویاس دیکھنے پر مجبور تھی۔

ای دوران یک قطبی دنیا میں چین دبے پاؤں معاشری، دفاعی اور سیاسی اعتبار سے قوت بن کر ابھرنے لگا۔ روس بھی کھوئی ہوئی طاقت کی بھائی میں لگا رہا۔ خاموشی سے مکمل منظر بدلا، تا آنکہ دیکھتے ہی دیکھتے 15 اگست 2021ء کو طالبان کابل اور پورے افغانستان پر چھا گئے۔ امریکی اخلا 17-C میں جس خونچکاں افرانفری اور شرمناک ہڑبوگ میں ہوا وہ تاریخ میں ثبت ہو گیا۔ امریکا گھر پہنچ کر ابھی سانس درست کر رہا تھا، زخمی معیشت، موکی شدید تھیڑے حال خراب کرتے رہے۔ طالبان سے بدله لینے کو افغان عوام کے اثنائی دبا کر انہیں سکاتے رہے کہ ایک ناگہانی آن پڑی۔ ساری جنگیں اور ہتھیار ہماری زمینوں پر آزمائے والوں کو یورپ میں لینے کے دینے پڑ گئے۔ دھمکیاں دیتا روس اچانک یو کرین میں جا گھسا۔ پہلے اس کے دو صوبوں کو آزاد ریاستیں قرار دے کر تسلیم کیا، پھر امن قائم کرنے کو اپنی فوج داخل کر دی۔ اب یہ امن کا متوا لا یو کرین پر مشرق، شمال جنوب سے چڑھ دوڑا۔ 40 میل لمباروی ٹینکوں و دیگر کا قافلہ کیف کے مکمل گھیراؤ کے لیے چل پڑا۔ امریکا یورپی یونین جنگ سے دامن بچائے چیپکے بیٹھے ہیں۔ امریکا کا نشہ اتر کر اب روس پر جا چڑھا ہے۔ روس کا بھی نشہ پہلے افغان توڑ چکے، اب دیکھیں کیا ہوتا ہے۔ روس کے اس اچانک اقدام نے پورے گلوب پر زلزلہ برپا کر دیا۔ مغرب نے معاشی پابندیاں عائد کر کے روس کا گلا گھونٹنے کی کوشش کی

افغانستان سے روس کے اخلا (1989ء) کے بعد غفلہ تھا سرد جنگ کے خاتمے، کمیوزم کے خاتمے، سرمایہ دارانہ نظام اور جمہوریت کی فتح کا۔ گلوب و ٹیک کے نئے چودھری کے طور پر امریکا کی مکمل بلاشرکت غیرے بالادستی مسلم تھی۔ یک قطبی دنیا اور اس پر فرعونی اقتدار کا نشہ دیدنی تھا۔ جنگ خلیج میں امریکی صدر بیش سینٹر کا یہ فرمان (رأی) کہ یہ ایک چھوٹے سے ملک سے بہت بڑھ کر ایک تصور ہے۔ ایک نیا عالمی نظام۔ نیو ولڈ آرڈر! سعودی عرب میں امریکی فوجیوں کو خوش آمدید کہتے، ان کے درمیان گھرے صدر بیش کی فاتحانہ مسکراہٹ دیدنی تھی۔ اس کے بعد نائیں الیون ہوا۔ بلاشرکت غیرے قوت کا مرکز امریکا، اور اس کی ایک لکار پر پوری دنیا اس کے جلو میں افغانستان پر ٹوٹ پڑنے کو تیار! تاریخ عالم نے ایسا منظر کب دیکھا ہوگا۔ خیال تھا کہ دنوں میں افغانستان تہس نہیں کر کے، بدله چکا کر کہانی مکمل ہو جائے گی۔ امریکی تجزیہ کاروں، تھنک ٹینکوں نے بہت تھیوریاں لڑھا کیں۔ دعوے کیے۔ ... End of History

پھر اس کے بعد 20 سال چل سو چل۔ مسلمان ممالک اجڑنے، کمیوزم کی جگہ اسلام کے خلاف سر نہیں جہنم زار قسم کی کھلی جنگ چل پڑی۔ شرق تا غرب، عراق، شام، یمن، لیبیا، شمالی افریقہ کے ممالک، کھلی چھٹی دیکھ کر میانمار کے بدھ، بھارت کا مودی، یورپ میں بالخصوص فرانس اسلام اور مسلمانوں پر پل پڑے۔ پلوں کے نیچے مسلمانوں کے خون میں رنگا بہت سا پانی بہہ گیا۔ تاہم انہی پلوں کے اوپر امریکا نیٹو کے جہاز دبے پاؤں اپنے فوجیوں کے تابوت، معدود، پاگل، نفیاتی فوجی مریض لے جاتے ہاں پ گئے۔ یہاں تک کہ دنیا نے ایک نئی صبح طلوع ہوتے دیکھی۔ 29 فروری 2020ء میں یک قطبی دنیا کا چودھری مذاکرات کی میز پر بیٹھا نہیں طالبان سے دو حصے معاہدے پر

ادھری پڑی ہے اس کے سنوار کا نسخہ کسی کے پاس نہیں۔ سمجھ بیجے کہ تقاریر میں ”یہ کردیں گے، وہ کردیں گے“ سنانے ہی کے لیے جلے سجائے جاتے ہیں۔ عوام الناس کی حقیقی ہمدردی، دردمندی، دلسوzi کے بیش بہا مناظر لئے پڑے افغانستان میں ہیں۔ وہاں اپنے پیٹ پر پتھر باندھ کر جیسے تیسے عوام کی ضروریات پوری کرنے والے حکمران نظر آتے ہیں۔ وہ امریکا کو بھی تنقید کر کے یہاں سے لے جا کر امریکا نواز، امریکی ترجمان افغانوں کی کس مپری پر اسے متوجہ کر رہے ہیں۔ (بوجود یہ کہ یہ طالبان کے بدترین دشمن افغان تھے!) ہمارے ہاں حکومتیں صرف وزیروں کے دن پھیرنے کو بنتی ہیں، عوام سے انہیں کیا سروکار۔ عوام تالیاں پیٹھے صرف جلوسوں کی رونق بڑھاتے ہیں۔ خوشگمان اتنے کہ۔

ان کے ہاتھوں پہ اگر خون کے چھینٹے دیکھیں
مصلحت کیش اسے رنگِ حنا کہتے ہیں!
یہی رنگِ حنا کل تک امریکا یورپ کے ہاتھوں پر تھا۔ اب روں کی باری ہے! ہم سبھی کے جھوٹی چک ہیں! دنیا کے بیشتر حکمرانوں کے ہاتھ حنائی ہیں!



ضرورت رشتہ

☆ ملتان میں رہائش پذیر آرائیں فیملی کو اپنی بچی، عمر 45 سال کے لیے 50 سال تک کے دیندار، برسر روزگار شخص کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0314-6111722

☆ لاہور میں رہائش پذیر ملتمر مرافق، عمر 36 سال تعلیم کیمیکل انجنینرنگ، قد "5'.8' 5' کو عقد ثانی (پہلی بیوی سے بوجہ علیحدگی) کے لیے دینی مزاج کی حامل لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0333-8498494

☆ ملتان میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹی، رفیقة تنظیم، عمر 22 سال تعلیم بی ایس، قد "10'.4'، صوم و صلوٰۃ کی پابند، امور خانہ داری میں ماہر کے لیے تنظیم سے مسلک باشروع و نیک لڑکے کا ملتان سے رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0303-6702771

رہے ہیں۔ ایف اے ٹی ایف کی طرف سہمے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔ روں ہمارا اس وقت کیا سنوارے گا جو حالت جنگ میں ہے، خود اپنے 80 ارب ڈالر مخدود کراہی ہے۔ روں کے لیے بھی یہ جنگ اس کی امیدوں کے بر عکس اتنی سہل نہیں۔ آسٹریلیا نے بھی روں پر پابندیاں عائد کر دی ہیں۔ تاہم وزیر اعظم اس دورے سے ہمارے لیے 20 لاکھن گندم کی خریداری کا سامان کر آئے ہیں۔ روٹی جس دن سستی ہو گی تو گویا وہ دورے کی کامیابی کا دن ہو گا عوام کے نزدیک! حکمران تو کیک کھانے والے ہیں درآمد شدہ! یوکرین میں دس لاکھ مسلمان ہیں۔ یوکرینی صدر اسرائیل نواز پاک یہودی ہے۔ اس کی اسرائیل نوازی فلسطین دشمنی پر مبنی ایک کلپ گردش میں ہے۔ سو ہمارے نزدیک تو امت کی سطح پر: اللہم اهلك الظالمین بالظالمین

و اخر جنما منہم سالمین غانمین "یا اللہ! ظالموں کو باہم دگر (لاکر) ہلاک کر اوہ ہمیں ان کے بیچ سے سالم غانم، غنیمت (صورت افغانستان) لے کر نکلنے والا بنادے!" یہی روں ہے جس نے 2015ء سے آج تک بشار الاسد کے ساتھ مل کر شام کے مظلوم و مقهور مسلمانوں پر قیامتیں ڈھائیں۔ شامی عمارت کھنڈرات میں تبدیل کر دیں۔ ہر سال بالعموم اور اس سال بالخصوص عورتوں بچوں نے خیموں میں برف اور برف زدہ پانی میں ٹھہر تے زندگی موت کے درمیان معلق وقت گزارا۔ یوکرین پر پورا گلوب تھرا اٹھا، شام پر نگاہ اٹھا کر بھی دیکھنا گوارانہ ہوا! دنیا کا میدیا بھی بے رحم، قساوتِ قلبی کا مریض مسلمانوں پر گونگے کا گڑ کھا کر بیٹھا رہتا ہے۔ شامیوں کی آہیں کراہیں روں کو آتش بد اماں کر سکتی ہیں۔ سیدنا حضرت علیؓ کا فرمان: ”میں نے اللہ کو اپنے ارادوں کے ٹوٹنے سے پہچانا!“ آج دنیا کے بڑے بڑے چودھریوں، جغا دریوں کے ارادے چکنا چور ہوئے پڑے ہیں۔ اللہ کو پہچانے والی بصارت و بصیرت سے محروم تک تک دیدم دم نہ کشیدم بیٹھے ہیں!

پاکستان میں مارچ کے مہینے کو اسم باسمی بنانے کے لطفہ یہ ضرور ہے کہ مالاہ یوسف زیٰ نے روں سے کہہ دیا ہے کہ یوکرین پر حملہ فوراً بند کرے۔ روں دیکھیے اب کیا کرتا ہے! ادھر ہم بھی یعنی اس گھر میں روں جا پہنچے۔ وزیر اعظم نے اسلام آباد میں روی چینل کو انشروا یو ڈیا کہ ہم کسی بلاک کا حصہ نہیں بنیں گے۔ یہ بھول گئے کہ ہم مغرب کی غلامی میں آئی ایم ایف کی زنجیر سے بند ہے چل

ہے۔ غیر ملکی اتنا ٹے مخدود کیے ہیں۔ تاہم مغرب کے لیے اہم ترین روی تیل گیس و دیگر خام مال کے اتنا ٹے بند ہو جانے کی بلا کچھ کم نہیں۔ یوکرین میں استعماری مفادات سینگ لڑا رہے ہیں۔ لاکھوں افراد شدید سردی میں در بدر ہیں۔ دنیا بھر کے عوام مفاداتی جنگ بازوں کے نزغے میں چڑکے کھا رہے ہیں۔ یوکرین میں جنگ نے ہمارے ہاں مہنگائی کی نئی لہر دوڑا دی۔ یوکرین اگرچہ غیر متوقع طور پر زبردست مزاحمت دکھارتا ہے، تاہم یوکرین صدر کی یہ دہائی ہے کہ دنیا نے اسے تنہا چھوڑ دیا۔ نیٹو، امریکا نے یوکرین کے دفاع کے لیے زبانی جمع خرچ کے ساتھ یوکرین کو اسلحہ کی فراہمی سے مدد اور حوصلہ افزائی فرمائی ہے۔ اصلًا امریکا نیٹو کی کمزور سیاسی ساکھ اور معیشت کی دگرگوں صورت حال نے اسے کوکھلا کر دیا ہے۔ افغانستان کے چڑکے بھاری پڑے۔ حال یہ ہے کہ:

کوئی آ کھے پیڑ لکے دی کوئی آ کھے چک
سچی گل محمد بخشنا اندروں گئی اے مُک!

امریکا کو اس کیفیت میں بیتلاد یکھ کر روں نے لگے ہاتھوں شوخی میں آ کر یہ نہایت خطرناک اقدام کر ڈالا ہے جس پر دنیا لرزہ براندام ہے۔ نائیں الیون سے بڑا عالمی بحران اٹھ کھڑا ہوا ہے۔ امریکا نیٹو کے سر پر یہ تکوار لٹک رہی ہے کہ اگر روں یوکرین پر قبضہ کرنے یا اسے غیر مستحکم کرنے میں کامیاب ہو گیا تو پورا یورپ بدلت جانے کا اندیشہ ہے۔ اس سے امریکا کے لیے نئے دور کا آغاز ہو گا۔ یاد رہے کہ یہ براہ راست تصادم کی سی کیفیت میں آ منے سامنے کھڑی، ایٹھی طاقتیں ہیں۔ روی پیش قدمی نے یکا یک عالمی نظام الٹ دیا، تتر بترا کر دیا ہے۔

صلیبی جنگ کے نئے میں بیش اور امریکی تھنک ٹینکوں کی 2001ء کے بعد کی بڑھکیں اور خدائی کی دعویداری رہی۔ اب روی ٹینکوں کے یوکرین میں قدم رکھتے ہی پچھلا ولڈ آرڈر درہم برہم ہو گیا، تنازعہ مگھیر ہے۔ ایک لطیفہ یہ ضرور ہے کہ مالاہ یوسف زیٰ نے روں سے کہہ دیا ہے کہ یوکرین پر حملہ فوراً بند کرے۔ روں دیکھیے اب کیا کرتا ہے! ادھر ہم بھی یعنی اس گھر میں روں جا پہنچے۔ وزیر اعظم نے اسلام آباد میں روی چینل کو انشروا یو ڈیا کہ ہم کسی بلاک کا حصہ نہیں بنیں گے۔ یہ بھول گئے کہ ہم مغرب کی غلامی میں آئی ایم ایف کی زنجیر سے بند ہے چل

Western civilization: A threat to Muslim culture

The Muslim countries have had been trapped in following the political and economic systems of the West for a while now. Their social and cultural system, which had been relatively secure in the past, is now feeling threatened by western civilization. Unfortunately, the majority of Muslim men and women are aloof from the Islamic commandments of modesty. Ironically, by blindly following the hollow slogans of 'absolute freedom' we have not only compromised our basic beliefs but also become dishonored in the entire world. Allah has given Muslims a formal social system in the Holy Qur'an, which is an integral part of our Deen, and the Islamic civilization remained erected on that foundation for almost fourteen centuries.

A Muslim society cannot afford to mirror the Western civilization and be disloyal to the social system of Islam. Islam declares that modesty and faith are synchronous, and it logically follows that if immodesty prevails, then real faith cannot exist. The cohorts of Satan want us to go astray from the path to our real destination by trying their utmost to make us forsake Iman. Western NGOs and institutions are using evil ploys in the name of the so-called 'freedom' of women and if we fall into their trap then our society will be wrecked like that of the West. While there is no difference between men and women in terms of the characteristic of being human, however, each has been assigned a separate role.

The Western civilization disintegrated that system and men and women started interfering in the designated roles of each other, leading to an unnatural pathway to the apportionment of rights and duties. The family system of the West has been demolished and now they have turned all attention and efforts towards trying their utmost to destroy the family system in Muslim countries using social engineering programs and other deceptive slogans in order to impose immodesty, immorality, and vulgarity in Muslim societies. It is, thus, imperative for us to become modest and virtuous ourselves and strive our utmost to ensure that women are given all the rights endowed upon them by Islam. We ought to make Nikah easy and simple and strengthen our family system. The Qur'an identifies Muslims as the best among nations because Muslims perform the duty of enjoining good and forbidding evil. It is, therefore, our religious obligation to become an impenetrable wall against the onslaught of vulgarity and immodesty to be eligible for the pleasure of Allah in this world and in the Hereafter.

Source: Derived from the press release statements given by the Ameer of Tanzeem-e-Islami, Shujauddin Shaikh.

Original link:

<https://www.theasianmirror.com/western-civilization-a-threat-to-muslim-culture/>

حیا ایمان کا حصہ اور انسان کا فطری جذبہ ہے

دین اسلام مکمل ضابطہ حیات ہے جو زندگی کے انفرادی اور اجتماعی تمام گوشوں کے ساتھ خاص طور پر سماجی سطح پر ایک صالح معاشرہ کے قیام کے لئے بھر پور رہنمائی عطا کرتا ہے۔ بد قسمتی سے مغربی تہذیب کی نقلی نے ہمارے معاشرہ کو اسلامی ہی نہیں مشرقی اقدار سے بھی دور کر دیا ہے۔ اسلامی معاشرہ کے قیام کے لیے درج ذیل اقدامات لازمی ہیں:

- 1۔ ست و حجاب کے اسلامی احکامات کی پابندی کرتے ہوئے باوقار لباس کا اہتمام کیا جائے۔
- 2۔ قرآن کریم کے حکم کے مطابق مرد و عورت دونوں نگاہوں کی حفاظت کا اہتمام کریں۔
- 3۔ مخلوط محافل سے اجتناب اور شرعی پرده کا اہتمام کیا جائے۔
- 4۔ عورت، جس کا ایک اہم کردار ماں کا ہے، اُسے باوقار حیثیت دی جائے، تجارت کی افزائش کے لیے اشتہاری شے نہ بنایا جائے۔

5۔ میں سڑیم اور سو شل میڈیا فناشی کی تشویر میں سرفہرست ہیں۔ لیکن جب اس کے نتیجہ میں کوئی بے راہرو انسان کسی بھی کے ساتھ درندگی کا مظاہرہ کرتا ہے تو یہی میڈیا چیخ و پکار کرتا ہے۔ گویا اصلًا میڈیا کی اصلاح انتہائی ضروری ہے۔ جنسی اشتہار پیدا کرنے والے اشتہارات پر پابندی عائد کی جائے کیونکہ یہ جسمانی اور روحانی حادثوں کا باعث بنتے ہیں۔

- 7۔ تعلیمی اداروں میں مخلوط تعلیم ختم کر کے طلبہ و طالبات کی الگ الگ تعلیم کا اہتمام کیا جائے۔
- 8۔ نکاح کو آسان بنایا جائے تاکہ نوجوانوں میں بے راہ روی پیدا نہ ہو۔
- 9۔ جسم عورت کا ہو یا مرد کا اللہ تعالیٰ کی امانت ہے، اس پر مرضی بندہ کی نہیں، رب کی چلنی چاہئے۔
- 10۔ قرآن و سنت سے متصادم عالمی قوانین کو فور منسوخ کیا جائے۔

درحقیقت حیا و قارکی علامت ہے۔ بے حیا قوم بالآخر بے وقت اور پستی کا شکار ہو جاتی ہے۔ عوام کی ذمہ داری ہے کہ ذاتی حیثیت اور اپنے دائرہ اختیار میں دین اسلام کی عطا کردہ تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر شرم و حیا کی حفاظت کریں۔ حکومت کا فرض ہے کہ آئین کے آرٹیکل 31 کے مطابق پاکستان کے مسلمانوں کو ایسی سہولتیں فراہم کرنے کے لیے اقدامات کرے جن کی مدد سے وہ قرآن پاک اور سنت رسول ﷺ کے مطابق زندگی گزار سکیں تاکہ ایک صالح معاشرہ قائم ہو اور حیا اور ایمان کی حفاظت ہو سکے۔

Weekly

Nida-e-Khilafat

Lahore

ACEFYL

SUGAR FREE
**COUGH
SYRUP**

Acefyline piperazine 45mg + Diphenhydramine HCl 8mg

پاکستان کا مقبول ثرین

کھانسی کا شربت شوگرفی

میں بھی دستیاب ہے

بر قسم کی کھانسی میں
یکسان مفید

